بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

ذی الحجہ / محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مارچ ، اپریل ۲۰۰۱ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

علماء خطباء طلباء اور عام مسلمانوں کیلئے عظیم الشان

☆ خوشخبری ☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا **عبدالحق** رح کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت

دعواتِ حق

(مکمل دو جلدوں میں)

مُرتبہ مولانا **سمیع الحق** مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہوگئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے۔ ورنہ اس کی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑے گا۔

دعواتِ حق ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم خطبا واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب واعظ مقرر کیلئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد و ہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کے لئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے۔

دعواتِ حق دین وشریعت اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔

دعواتِ حق شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر مولانا **عبدالحق** رح کی عام فہم اور درد وسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطبات کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کردیتا ہے۔

فضلاء علماً طلباً اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول : ۶۷۲، قیمت ۲۱۰ روپے، صفحات جلد دوم : ۵۰۲، قیمت ۱۶۵ روپے

مئوتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر --- 36
شمارہ نمبر --- 6-7
ذی الحجہ/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
مارچ اپریل ۲۰۰۱ء

3 MAY 2001

ماہنامہ الحق

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: خدمات دار العلوم دیوبند کانفرنس' افغانستان کے رئیس الوزراء ملا ربانی کی رحلت ...... راشد الحق سمیع ۲
اکابرین دیوبند اور حضرت مولانا محمد اسعد مدنی امیر جمعیت علمأ ہند' حضرت مولانا مرغوب الرحمان مہتمم ۷
دار العلوم دیوبند' مولانا قاری محمد عثمان' مولانا نعمت اللہ اعظمی' مولانا عبد الحق اعظمی کی دار العلوم آمد اور
خطابات اور حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب کا خطبہ استقبالیہ .... مرتب مولانا عرفان الحق ۷
رشد و تقویٰ و تقدس سر بسر ہے دیوبند (نظم) .... ابو محمود ۲۵
امت مسلمہ کو پیغام (دیوبند کانفرنس سے خطاب) .... مولانا سمیع الحق صاحب ۲۶
قرآن عثمانی کا تاریخی پس منظر .... جناب امجد بٹ ۳۶
پاکستان میں عیسائی مبلغین کا شفائیہ اجتماع .... مولانا اکرام اللہ جان قاسمی ۴۱
امت مسلمہ کے مقاصد اور کردار .... ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ۵۱
ارکان کے دار الحکومت "اکیاب" میں خونِ مسلم کی ارزانی .... مولانا حافظ محمد صدیق ارکانی ۵۵
جذبات سپاس (نظم) .... مولانا محمد ابراہیم فانی ۵۸
دار العلوم کے شب و روز .... شفیق الدین فاروقی ۵۹
تعارف و تبصرہ کتب .... م-ا-ف ۶۱

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : (0923)- 630340 , 630435
ای میل نمبر : E-Mail : haqania@nsr.pol.com.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

Baber Hanif Computer Compositer

نقش آغاز راشد الحق سمیع

خدمات دار العلوم دیوبند کانفرنس

پس منظر اور پیش منظر

جب علم و عمل، فکر و آگہی، دعوت و تبلیغ، حریت و جہاد اور اسلامی تحریکات کے الفاظ یکجا کئے جائیں تو اس مجموعہ سے عالم اسلام اور خصوصاً ایشیا کے عظیم روحانی اور علمی مرکز دار العلوم دیوبند کا اسم گرامی ذہن کے افق پر طلوع ہوتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اس کے سنہری اور درخشاں کارنامے نظر آنے لگتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق کھلتے چلے جاتے ہیں زندگی اور معاشرے کے تمام شعبوں میں اس کا روشن کردار خورشید تاباں کی طرح چمکتا نظر آتا ہے۔

دیوبند مدرسہ بظاہر کچھ رقبے پر پھیلے ہوئے چونے گارے مٹی اور پتھر سے بنا ہوا ایک قدیم اسلامی علوم کے مزاج کا حامل مدرسہ ہے لیکن آج اس کی شاندار خدمات آسمان کی وسعتوں کو چھو رہی ہیں اور اس کا علمی و روحانی فیض کرہ ارض کے چپے چپے میں پھیل رہا ہے۔ اور دنیا بھر کے دانشور، سیاستدان، حتیٰ کے غیر مسلم علماً بھی اس کے معترف ہیں۔

۳۰ مئی ۱۸۶۷ء بمطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو اس الہامی مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ پہلے استاد محمود اور اکلوتے شاگرد محمود نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد تعلیم و تعلم کے درس کا آغاز انار کے درخت کے نیچے سے کیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے انار کے درخت کا سایہ ایک عظیم الشان بلند و بالا شجرہ سایہ دار (دار العلوم دیوبند) کی صورت میں تبدیل ہوگیا اور اس کے برگ و بار اور تازگی و شگفتگی نے ایک عالم کو نہ صرف چھاؤں بخشی بلکہ اس کے ارد گرد جمع ہونے والوں کو نئی منزلوں سے نہ صرف آشنا کیا بلکہ اور نئی رفعتوں پر پہنچا دیا۔ ہندوستان جو صدیوں سے مسلمانوں کے پرچم توحید کے زیر نگین تھا کچھ اپنوں کی نااہلی اور بعد میں استعماری قوتوں مثلاً پرتگیزی، فرانسیسی اور انگریزی حکومتوں کی سازشوں اور حد سے بڑھتی ہوئی مداخلت کی بنا پر آخر کار مسلمانوں کے ہاتھ سے سرک کر جیک یونین (برٹش پرچم) کے دامن میں گر گیا پھر اس کے بعد ہندوستان کے مقدر کا ستارہ اور آزادی کا سورج صدیوں تک غروب رہا۔ ظلمت شب کی سیاہی اس قدر بڑھی کہ زندگی اور امید کی تمام کرنیں مایوسی، قنوطیت اور غلامی کی راکھ میں بجھ گئیں۔ انگریزوں کے مظالم کا پہلا اور بڑا نشانہ بدقسمت مسلمان ہی ٹھہرے جب مظالم کا سلسلہ کوہ ہمالیہ سے بھی آگے بڑھ گیا تو ۱۸۵۷ء کے خونی انقلاب نے انگڑائی لی اور علماً و

مشائخ نے مل کر انگریز اور وطن کے غداروں کے خلاف علم جہاد بلند کیا لیکن شومئی قسمت کہ غداروں کی مخبری نے طلوع سحر نہ ہونے دی۔ اس کے بعد انگریز کی تمام تر توجہ اور مظالم کا شکار مسلمان اور خصوصاً علماً ہی رہے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی مذہبی، تہذیبی، ثقافتی، تمدنی، معاشرتی، سیاسی، تاریخی اور خصوصاً تعلیمی حیثیتوں کو تباہ کرنے کی ٹھانی۔ ہندوستان کے قدیم اکلوتے اسلامی تعلیمی نظام کو کمزور کیا جانے لگا اور اس کے مقابلے میں انگریزی نظام تعلیم کا ہیولا لایا گیا یہ اس طریقے سے مدون کیا گیا تھا کہ ہندوستانی قوم میں سے صرف کلرک اور اس سطح کے افراد ہی پیدا کئے جاسکیں اور ان کے ذہنوں میں مذہب بیزاری اور انگریزی استعمار کی وفاداری کا بیج بویا جائے اور انگریز اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئے تب اس وقت کے مردِ قلندر اور مردِ درویش حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے انگریزی استعمار کی چالوں کو ناکام بنانے اور مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، تعلیمی اور معاشرتی بقا کو یقینی بنانے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے حریت پسندوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ انہی کا توکل، اخلاص، تقویٰ، تب و تاب اور سوز و ساز کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند نے ان تمام فتنوں کو ناکام بنادیا اور انگریز ہندوستان کو دوسرا اسپین بنانے میں ناکام ہو گئے۔ اور بالآخر اکابرین دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اور دیگر مسلمان زعماً کی ان تھک جدوجہد اور قربانیوں کے طفیل غیر ملکی استعمار ہندوستان سے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکل گئے۔ دارالعلوم دیوبند کے فیض اور جدوجہد ہی کی بدولت آزادی کا سورج پاک و ہند کے باسیوں کو ایک بار پھر دیکھنے کو ملا اور کروڑوں مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی، تہذیبی ثقافت فنا ہونے سے بچ گئی۔ دراصل دارالعلوم دیوبند کی روح اور خمیر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فکری، انقلابی اور جہادی عناصر شروع ہی سے شامل تھے۔

دیوبند کی تحریک کا ربط، تسلسل اور جدوجہد کا سارا سلسلہ انہی سے ملتا ہے۔ یہ مدرسہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خوابوں کی تعبیر کا حقیقی عنوان تھا اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی انقلابی تحریک کا دوسرا ایڈیشن تھا۔ اس کی بے شمار اور ان گنت خوبیوں اور خدمات کو ادارتی صفحات میں قلم بند کرنا ممکن نہیں۔ صرف چند اہم خدمات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی فکری اور اعتقاد کی کھیتی کو برباد کرنے کے لئے اس میں قادیانیت کا تخمِ فساد بھی بویا لیکن دارالعلوم دیوبند نے اس عظیم فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا اور اس کے زہریلے اثرات کو پھلنے پھولنے سے روکے رکھا۔ اس کے علاوہ عیسائی مشنریز کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سرکاری دھونس دھمکی اور لالچ کے باوجود غریب اور غلام ہندوستانیوں کو تبدیلی مذہب سے روکے رکھا۔ پھر فرقِ باطلہ کا بھی ایک طوفان تھا جو مسلمانوں کے عقائد کو اڑانے کے لئے بے قابو ہو چکا تھا۔ یہ دارالعلوم دیوبند کا قلعہ ہی تھا

جس نے مسلمانوں کے فکری اور مسلکی عقائد کو زہریلی ہوا لگنے سے بچائے رکھا اور تقسیم کے بعد بھی مسلمانوں کو مایوس ہونے نہیں دیا اور متعصب ہندوؤں کی بڑی بھیڑ میں دارالعلوم دیوبند نے حسب سابق مسلمانوں کی ہر طرح کی سیاسی اور فکری رہنمائی جاری رکھی اور اب تک اس کا فیض جاری و ساری ہے۔

پاکستان میں بھی اس عظیم جامعہ کی ہزاروں فیض یافتہ شاخیں اسلامی علوم و فنون کی ترویج میں مصروف ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے بانی و موسس قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز بھی اس کے ہونہار اور قابل فخر تلامذہ و اساتذہ میں سے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد انہوں نے بھی توکلا علی اللہ ایک مسجد میں شہتوت کے درخت کے سائے تلے تعلیم و تعلم کے سلسلے کا آغاز کیا کیونکہ پاکستان میں بھی ایسے ہی حالات اور واقعات پیدا ہو رہے تھے جیسے کہ شروع میں لکھا جاچکا ہے۔ بعد میں یہ شاخ دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں پھلنے پھولنے لگی اور اس کی خدمات اور کارکردگی بھی اپنی مادر علمی کی طرح نظر آنے لگیں۔ اس کا اعتراف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان الفاظ میں کیا کہ "دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے" اور دارالعلوم کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب مدظلہ نے ابھی حال ہی میں حقانیہ تشریف آوری کے موقع پر ان پاکیزہ ارشادات کا اظہار فرمایا کہ "ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور پاکستان اور اس کے قرب و جوار کے ممالک میں دارالعلوم حقانیہ یکساں فیض پہنچا رہے ہیں اور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے جو شاخ قائم کی تھی آج وہ شجرہ طوبیٰ کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کی ہمسری کر رہی ہے اور انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ دارالعلوم کے فاضل نے اتنی عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔"

پاکستان میں اسلامی تہذیب و تمدن کے پھیلنے اور اس پر اسلامی چھاپ لگانے میں دارالعلوم حقانیہ اور اس کے قابل فخر فضلاً کا بڑا عمل دخل ہے۔ ملک کے پہلے متفقہ آئین و دستور کی تدوین سے لے کر شریعت بل کی جدوجہد تک پارلیمانی تاریخ اس کے فضلاً اور اس سے وابستہ علماً کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ بعد میں جہاد افغانستان کی جدوجہد اور سرخ سامراج روس کی شکست میں دارالعلوم حقانیہ نے جو کردار ادا کیا اس کا اعتراف بین الاقوامی میڈیا اور مغربی و امریکی تحقیقی اداروں افراد کی جوق در جوق دارالعلوم آمد اور میڈیا میں ہر وقت زیر بحث ہونے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ دارالعلوم حقانیہ نے تحریک طالبان کے پودے کی نشوونما بھی اپنی نرسری میں کی اور اس تحریک سے وابستہ افراد کی ایسی علمی و فکری تربیت کی کہ آج وہ تن تنہا پورے عالم کفر کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ کرۂ ارض کی سپر طاقتیں آج ان فضلاً حقانیہ کے جرأت مندانہ کردار اور مثالی نظم و نسق کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں۔ پھر اسی طرح پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں کی قیادت کرنے والے بھی اسی دارالعلوم حقانیہ کے فضلاً اور فیض یافتہ ہیں۔ ان دونوں جماعتوں نے (بدقسمتی سے الگ رہ کر بھی) پاکستان کی

تاریخ میں نہایت اہم خدمات سرانجام دی ہیں اور امریکی سپرپاور کے سامنے پاکستانی عوام کو ترنوالہ ہونے سے بچائے رکھا ہے۔ اور یہی جماعت پاکستان کے اسلامی تشخص کو قائم و دائم رکھنے میں پیش پیش ہے اور آج انہی مدارس کے طفیل پاکستان کا اسلامی تشخص اور تمدن قائم و دائم ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے مغرب زدہ پاکستانی حکمران اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر ان مدارس کے کردار کو کمزور کرنے اور انہیں بدنام کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں اور اسی طرح امریکی استعمار اور اس کے حواری ممالک بھی اس قسم کی سازشیں کررہے ہیں کہ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند سے فیض یافتہ اور اسلامی تحریکات کے مراکز مدارس اسلامیہ کا سلسلہ ختم کردیا جائے۔ جس طرح کہ انہوں نے اسپین، تاشقند، بخارا اور ترکی وغیرہ میں کیا۔ چنانچہ اس نازک موقع پر مسلک دیوبند سے وابستہ سیاسی جماعت جمعیت علمأ اسلام کی طرف سے دارالعلوم دیوبند کانفرنس کا انعقاد ایک اچھا فیصلہ ہے اور اس کانفرنس کے ذریعے مسلک دیوبند سے وابستہ متفرق جماعتوں اور منتشر حلقوں کو یکجا ہونے کا موقع بھی ملا اور ان کے آپس کے فروعی اختلافات بھی ان شاء اللہ اس کانفرنس کے ذریعے کم ہوئے۔ جیسا کہ جمعیت علمأ اسلام کے دونوں دھڑوں کا دیوبند کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا ایک نیک شگون سمجھا گیا۔

ادارہ دارالعلوم حقانیہ "دارالعلوم دیوبند کانفرنس" کے انعقاد کا شروع ہی سے حمایت کرتا چلا آرہا ہے اور جمعیت علمأ اسلام کے قائد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بھی اپنی پوری جماعت کی توانائیاں اور خدمات کو کامیاب بنانے کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب مدظلہ کی اکوڑہ خٹک کی آمد کے موقع پر انہیں پیش کیں دونوں حضرات نے اس موقع پر کھل کر عالمی استعمار امریکہ اور اس کے حواریوں کو چیلنج کیا کہ ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور ہم سب تمہارے مقابلے میں ایک قوت ہیں۔

اکیسویں صدی کے اوائل میں اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ ہر لحاظ سے دانشمندانہ ہے۔ ان شاء اللہ اس صدی میں بھی دارالعلوم دیوبند کی اسلامی تعلیمات کی روشنی اور اس کی انقلابی اور اسلامی تحریکات کی لو مزید بڑھتی چلی جائے گی اور نئی نسل کو اس کانفرنس کے ذریعے سے صحیح سمت میں رہنمائی ملے گی اور اس کی کامیابی سے پاکستان میں اسلامی انقلاب کیلئے راہ مزید ہموار ہوگی اور امارت اسلامی افغانستان کو بھی اس کے ذریعے سے نئی تازگی اور بلند حوصلہ ملے گا۔ اس کانفرنس کی تیاری میں اس کے منتظمین نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ بھی انتہائی قابل تحسین ہیں۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کانفرنس کے اثرات حقیقی طور پر دوررس نتائج کے حامل ہوں اور یہ کانفرنس اتحاد امت کے لئے نشان منزل کا کام انجام دے۔ امین

افغانستان کے رئیس الوزراملا محمد ربانی رحمہ اللہ کی رحلت

گزشتہ دنوں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے رئیس الوزراء اور افغانستان سپریم کونسل کے سربراہ ملا محمد ربانی رحمہ اللہ راولپنڈی کے سی ایم ایچ ہاسپٹل میں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم و مغفور تحریک طالبان کی روح رواں تھے اور امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے ساتھ آپ بھی اس تحریک کے بانیوں میں سے تھے۔ اس سے قبل روسی استعمار کے خلاف جہاد میں آپ کا کردار دوسرے تمام جہادی لیڈروں کے مقابلے میں نمایاں رہا۔ آپ ہمہ جہت صفات کی حامل شخصیت تھے۔ سنجیدگی متانت وقار اور ذہانت و تدبر آپ کا طرہ امتیاز رہا اور یہ آپ ہی کے تدبر کا نتیجہ ہے کہ طالبان تحریک آج تک ترقی کی منازل طے کر رہی ہے آپ کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی پورے ملک پر سکوت طاری ہو گیا اور دار الخلافہ کابل سمیت تمام افغانستان تین دن تعزیتی فضا میں ڈوبا رہا۔ آپ کے کارناموں اور مجاہدانہ کردار کی خصوصاً آپ کی کامیاب حکمت عملی کی وجہ سے ہرات، جلال آباد اور کابل پر طالبان تحریک کا قبضہ ممکن ہو سکا۔ آپ عاجزی و انکساری اور فروتنی کے پیکر تھے راقم کچھ عرصہ پہلے اپنے رفقاً سمیت افغانستان گیا تھا تو وہاں پر آپ سے قصر صدارت میں ملاقات ہوئی۔ لیکن آپ نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ کسی ملک کے صدر ہیں، آپ کے ایک ایک قول و عمل سے انکساری ٹپک رہی تھی۔ استفسار پر راقم الحروف سے رہائش و اقامت کا دریافت کیا تو عرض کیا کہ فلاں ہوٹل میں قیام ہے اس پر آپ نے بندہ سے حیرت و ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپ ہمارے مہمان ہو کر بھی ہوٹل میں ٹھہرے ہیں اور پھر اسی وقت سرکاری مہمان خانے میں رہائش کے احکامات جاری کئے اور اس وقت تک بے چین رہے جب تک ان احکامات کی تعمیل کا یقین انہیں نہ ہوا تھا۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ ایک سربراہ مملکت ایک ادنیٰ طالب علم کی ضیافت اور خاطر تواضع کیلئے اس قدر پیش پیش تھے۔ یہ کوئی خصوصی امتیاز نہیں تھا بلکہ پاکستان سے جانے والے ہر عالم اور ہر طالب علم کی خاطر ومدارت اور وقت دینا انکی پہلی ترجیح ہوتی تھی۔ دار العلوم حقانیہ سے آپکو بڑی عقیدت تھی گزشتہ سال جب آپ پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے تھے تو آپ نے تمام حکومتی پروٹوکول اور وزارت خارجہ کی ناپسندیدگی کے باوجود نہ صرف دار العلوم حقانیہ میں قیام کیا بلکہ طلبا اور علماً سے تفصیلی خطاب بھی فرمایا مرحوم کی وفات کے موقع پر یہاں مسجد میں حضرت مہتمم صاحب نے تعزیتی تقریر کی اور کئی ختمات قرآن بھی ہوئے اس موقع پر ہم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد تحریک طالبان کے تمام زعماً اور افغانستان کے عوام کیساتھ دلی تعزیت کرتے ہیں اور انکے ساتھ ہم اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ضبط و ترتیب .
مولانا عرفان الحق حقانی

دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی جامعہ حقانیہ میں آمد اور استقبالیہ تقریب سے خطاب

مولانا اسعد مدنی' مولانا مرغوب الرحمان' مولانا محمد عثمان' مولانا عبدالحق اعظمی' مولانا نعمت اللہ اور مولانا سمیع الحق کی تقاریر

۱۱ اپریل ۲۰۰۱ء دارالعلوم حقانیہ کیلئے انتہائی مسرت اور سعادت کا دن تھا کہ اسکی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا ایک جلیل القدر وفد جس میں دارالعلوم کے شیوخ اساتذہ اور مہتممین حضرات شامل تھے' تشریف لارہے تھے اسطرح یہ خوشی اور بھی دوبالا ہوگئی جب فدائے ملت جانشین شیخ العرب والعجم مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ امیر جمعیت العلمأ ہند نے بھی دارالعلوم کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور آپ نے مفصل خطاب بھی فرمایا۔ اس موقع پر آپ کے ہمراہ حضرت مولانا فضل الرحمان مدظلہ بھی موجود تھے۔ مدیر "الحق" مولانا راشد الحق سمیع "خدمات دیوبند کانفرنس" کے اختتام پر پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت اس قافلے کو نماز مغرب کے بعد دارالعلوم حقانیہ لے آئے۔ دارالعلوم کے مہتممین' مشائخ' اساتذہ اور ہزاروں طلبہ نے سربکف سربلند کے فلک شگاف نعروں سے ان کا جی ٹی روڈ پر جوش خیر مقدم کیا۔ ایوان شریعت (دارالحدیث) کے پرشکوہ اور وسیع وعریض ہال میں معزز مہمانوں کو لایا گیا۔ تمام ہال حاضرین اور عقیدت مندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس موقع پر ان مشائخ نے تقریریں کیں اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث نے حدیث پڑھ کر طلبہ کو خصوصی اجازت سے بھی نوازا۔ آغاز میں دارالعلوم کے مہتمم واستاذ حدیث حضرت مولانا سمیع الحق نے معزز مہمانوں کا حسب ذیل خیر مقدمی کلمات سے استقبال کیا۔ اس تقریب کی کاروائی ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نذر قارئین ہے۔ ......(ادارہ)

مولانا سمیع الحق کے استقبالیہ کلمات

حضرات گرامی! میں حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ' حضرت مولانا مرغوب الرحمان مدظلہ اور معزز اساتذہ کرام دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں تہہ دل سے خیر مقدم پیش کرتا ہوں اور انہیں اپنی طرف سے

دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ کرام ،منتظمین اور عزیز طلبا کی طرف سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

میں آپ تمام علماٗ اور طلباٗ کو معزز اساتذہ کرام دارالعلوم دیوبند کی جانب سے اجازت حدیث ملنے پر مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو ایک عظیم نعمت سے نوازا۔ان کی وجہ سے آپ کی سند عالی ہوگئی جس کی ہمیشہ آپ کو حسرت رہتی تھی گویا آپ کے اور شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے درمیان پورا ایک واسطہ کٹ گیا ہے پہلے جب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بقید حیات تھے تو یہاں پر طلباٗ کو اجازت حدیث دیتے تھے۔جو بزرگ آپ کے یہاں پر پڑھے ہیں ان کو مولانا تیرہ چودہ سال قبل حضرت والد بزرگوار اجازت حدیث دے دیتے تھے تو اس طرح سے وہ حضرت مدنیؒ کے ایک واسطے سے شاگرد ہو جاتے تھے۔ لیکن حضرت کی وفات کے بعد ایک سند منقطع ہوگئی اور دو واسطوں سے آپ کا یہ سلسلہ جڑتا تھا لیکن آج اکابر کی آمد سے آپ کا ایک سند عالی ہوگیا ہے۔ایک ایک حدیث کا سند عالی کرنے کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین مصر اور شام اور پتہ نہیں کہاں کہاں کے سفر کیا کرتے تھے۔

حقانیہ کا باغ وبہار مدنی فیضان :

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت فدائے ملت امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جانشین ہیں۔دارالعلوم حقانیہ کا یہ سارا باغ وبہار حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا فیضان ہے۔آپ کے شیخ اور بانی دارلعلوم حقانیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا مدنیؒ کے تلامذہ میں سے تھے اور انکے رگ وریشہ میں سر تا پا تصور تامدنیت چھائی ہوئی تھی اور اس کا عجیب نمونہ تھے۔

الحمدللہ آج یہ سارا سلسلہ ۲۵، ۳۰ ہزار افراد جو دارالعلوم حقانیہ سے نکلے ہیں جو آج افغانستان میں اسلامی نظام قائم کر رہے ہیں یہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا فیض ہے۔

جامع المجددین :

حضرات ! ہماری مادر علمی مرکز علم وجہاد وحریت اور درس وتدریس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بلند مقام عطا فرمایا تھا اور اب بھی ہے ہمارے اکابر یہاں تشریف لاتے تھے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے یہاں آکر ایک رات تفصیل سے جہاد وعزیمت اور تجدید دین کی تاریخ سنائی تھی اور بتایا کہ تجدید دین اللہ نے ہر صدی میں افراد کے ذریعہ کرائی انہوں نے تجدید دین کے تمام شعبوں ،زاویوں اور مجدد کی تمام شرائط کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک مجدد ادارہ بھی ہوتا ہے۔دارالعلوم دیوبند جامع المجددین ہے گویا ادارے کی حیثیت سے اس نے دین کی تجدید کی ،دارالعلوم دیوبند کے تاسیس کے وقت دین دو قسم کے خطرات

میں گھرا ہوا تھا۔ ایک ہندو تہذیب و تمدن جسے اکال الامم (امتوں کو کھا جانے والی) کہا جاتا ہے۔ جو شرک' خرافات' توہم پرستی کی ظلمت کی شکل میں ہندوستان میں چھائی ہوئی تھی ہندوستان میں جو بھی تہذیبیں آئیں وہ مٹ کر اس میں مدغم ہوگئی آریائی قومیں ساری اپنی تہذیب و تمدن کو گنوا بیٹھی۔ صرف اسلام اپنی حقانیت و صداقت کے بل وبوتے پر قائم رہا۔ لیکن جب انگریز آیا تو اس نے پورا عزم کیا کہ اب اس اسلامی علم و تہذیب کو مٹانا ہے۔

دین و علم کا محور :

اللہ تعالیٰ نے غیب سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ اور انکے ساتھیوں کے دلوں میں ایک ادارہ قائم کرنے کا خیال ڈالا۔ یہ ادارہ قطب الرحیٰ کی حیثیت رکھتا ہے یعنی پورے برصغیر' افغانستان اور سنٹرل ایشیاء کی ریاستوں کیلئے دین و علم کا محور ہے اور یہ سارے ادارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔

نئے علم کلام کے بانی :

اللہ تعالیٰ نے اس ادارہ اور یہاں کی شخصیات جیسے حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ سے ایسے کام لیے کہ صدیوں تک اللہ نے دین کی حفاظت فرمادی۔ اسلام کے لبدی اصولوں کی صداقت بھی منوائی' شکوک و شبہات اور الحاد وھریت کے سارے حملے بھی پسپا کردیئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت قاسم نانوتویؒ کے ذریعے ایک نیا علم الکلام مرتب کیا اور وہ ایک نئے علم کلام کے بانی ہیں۔

اگر امام غزالی اور امام رازیؒ نے اپنے دور میں قرامطہ' باطنیہ' معتزلہ' خوارج اور دیگر ہزاروں فتنوں کے خلاف خدمات انجام دیئے تھے تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے علمی میدان میں دہریت والحاد ہندوازم' آریا سماج وغیرہ بے شمار فتنوں کے مقابلہ میں اسلام کے لبدی اصولوں کو منوایا۔ اس لئے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ علم و دلائل اور شکوک و شبہات کے لحاظ سے آئندہ پانچ سو سال تک اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بدقسمتی سے پورے علمأ دیوبند کے مدارس میں یہ خامی ہے کہ اپنے اکابر کے بنیادی علوم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے' اگر ہم مہتممین اس کی طرف توجہ دیں تو طلبأ کو بھی آگاہی ہو کہ یہ کون سی شخصیتیں ہیں ہر شخص علم کی دنیا کی ایک کائنات تھی۔ ان کے علوم کا مطالعہ اور اس سے استفادہ اب بھی وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔

بہر حال تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اسی دار العلوم دیوبند میں آپ کے شیخ المشائخ اور اس ادارہ کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ نے تعلیم حاصل کی جن کی صلاحتیں زمانہ طالب علمی ہی میں اجاگر ہوگئی تھیں اس لئے تعلیم سے فراغت کے فورا بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ' حضرت شیخ الادب

مولانا اعزاز علیؒ اور دیگر اساتذہ کے اصرار پر انہیں وہاں تدریس کے فرائض انجام دینے کیلئے بلایا گیا۔ جہاں پر وہ معقولات کی کتب عالیہ اور اسکے ساتھ ساتھ احادیث کی کتابیں طحاوی شریف وغیرہ تقسیم ہند تک پڑھاتے رہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی تکوینی تاسیس :

رمضان المبارک ۱۹۴۷ء میں حضرت شیخ الحدیث چھٹی گزارنے گھر تشریف لائے تو ۲۷ رمضان کو ہندوستان تقسیم ہوا اور پاکستان کا قیام عمل میں آیا راستے بند ہوگئے اور یہ تصور بھی نہ تھا کہ مستقل طور پر راستے بند ہوں گے۔ شوال ہی میں وہ طلبا جو دارالعلوم دیوبند راستہ بند ہونے کی وجہ سے نہ جاسکے حضرت کے پاس اس قصبے میں ہمارے گھر کے متصل مسجد میں جمع ہوئے اور سبق پڑھانے کا اصرار کیا۔ خود حضرت کا ادارہ قائم کرنے کا تصور بھی نہ تھا۔ یہ سب کچھ تکوینی ہوا اس طرح شوال ہی میں درس و تدریس کا آغاز ہوا گویا یہ پاکستان کے قیام کے بعد شوال ہی میں پورے پاکستان میں پہلا قائم ہونے والا مدرسہ تھا' دارالعلوم کراچی' جامعہ اشرفیہ لاہور اور دیگر تمام ادارے بعد میں قائم ہوئے۔ آٹھ دس افراد کو حضرت نے پڑھانا شروع کیا اللہ کو غیب سے یہ منظور تھا کہ دارالعلوم دیوبند جانے کا راستہ یہاں سے منقطع ہوگیا ہے اس لئے اس کی تحریک اور جدو جہد باقی رکھنے کے لئے یہاں ایک مرکز ضروری ہے سنٹرل ایشیاء اور افغانستان پر روس کا تسلط یہ سب کچھ اللہ کے علم میں تھا اور اس طریقے پر اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ایک چھاؤنی قائم کرنے کی صورت بنائی۔ دو تین مہینے بعد حضرت مولانا مدنیؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ جو کہ حکومت میں بہت بڑی شخصیت اور وزیر تعلیم تھے اور جنگ آزادی کے بانیوں میں سے تھے۔ ان دونوں حضرات نے بھرپور کوشش کی کہ حضرت اور ایک دو اور اساتذہ کو کسی طرح دارالعلوم دیوبند بلایا جائے اس سلسلے میں یہ طے ہوا کہ ان حضرات کو لاہور سے ایک فوجی جہاز کے ذریعے دہلی اتارا جائے اور پھر وہاں سے بکتر بند گاڑی کے ذریعے دیوبند پہنچایا جائے۔ ان سب حالات اور واقعات کی خط و کتابت میرے پاس موجود ہے۔ ہمارے حضرت تو دیوبند پہنچنے کے لئے تڑپ رہے تھے لیکن میرے دادا مرحوم نے سختی سے اس بات کی مخالفت کی اور بتایا کہ میں فسادات اور خطرات میں آپ کو کسی طرح بھی اجازت نہیں دے سکتا جبکہ بچے بھی ساتھ ہوں جن کو لے جانے کا پروگرام تھا چونکہ ایسے حالات میں حضرت دادا مرحوم نے اجازت نہ دی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح مجبور کر دیا کہ یہاں بیٹھ کر کام شروع کریں۔ اس سرزمین پر جہاد کا ایک تسلسل رہا ہے جس کو اکابرین دیوبند نے شروع کیا تھا۔ جہاد کا آغاز ڈیڑھ سو برس سے ہوگیا تھا بر صغیر کی اور پاکستان کی آزادی اور پھر افغانستان میں اسلامی حکومت کا قیام یہ گھنٹوں' دنوں' مہینوں اور سالوں کی بات نہیں۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم ناز یک دانائے راز آید بروں

تحریک جہاد سید احمد شہیدؒ :

یہ اکوڑہ خٹک آج آپ جہاں تشریف فرما ہیں ۱۸۳۰ء یعنی آج سے ۱۷۱ سال پہلے سید احمد شہیدؒ اور ان کے ساتھیوں کا خون اسی علاقے میں بہا ہے۔ وہ ہندوستان سے افغانستان چلے تین چار سال کا لانگ مارچ تھا۔ افغانستان کی طرف یہ سارا سفر انگریز سے استخلاص وطن اور شریعت الٰہیہ کے قیام اور تنفیذ کیلئے تھا۔ یعنی افغانستان اس وقت سے ہی جدوجہد کا مرکز بن گیا تھا پھر یہ حضرات درہ بولان کے راستے سے افغانستان داخل ہوئے اور پھر اس کے بعد وہاں سے یہاں (اکوڑہ خٹک) پہنچے تو اس سارے تین چار سال کے جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے اکوڑہ خٹک کی سرزمین کو جہاد کے لئے منتخب کیا۔ یہ پیچھے (دارالحدیث سے پیچھے مصری بانڈہ کی گھاٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا) وہ گھاٹی ہے جس کو سید صاحبؒ اور شہدائے نے گزرگاہ بنایا اور دریائے کابل جو کہ اسی گاؤں میں بہہ رہا ہے' کو عبور کیا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ "سیرت سید احمد شہیدؒ" کی کتاب کے تدوین کے سلسلے میں یہاں بار بار آتے رہے ہیں۔ وہ مجھے اکثر جوانی کے زمانے کی باتیں بتایا کرتے تھے کہ اکوڑہ خٹک کے ایک چھوٹے سے قصبے میں میں اس زمانے میں کئی دنوں تک رہا' ایک دفعہ انہوں نے یہاں دارالعلوم حقانیہ میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ (سید احمد شہیدؒ کا جہاد) ۵۰۰ برس بعد شریعت کے تمام مسلمہ اصولوں کے مطابق جہاد تھا یعنی بیچ میں پانچ سو سال کا انقطاع آیا تھا۔ اصول یہ ہیں کہ پہلے اسلام کی دعوت یا پھر جزیہ کی بات کرو اور پھر تلوار کی بہرحال حضرت سید احمد شہیدؒ نے پہلے یہاں اس علاقے میں خویشگی کے مقام پر پڑاؤ کیا اور کافی دنوں تک وہاں سے خطوط کے ذریعے دعوت اسلام دی۔ اتمام حجت پر رات کو شب خون مارنے کیلئے دریائے کابل عبور کر کے حملہ کر دیا۔ یہاں پر ان کا مقابلہ سردار رنجیت سنگھ کے بھائی سردار بدھ سنگھ سے ہوا جو کہ دس ہزار فوج کے ساتھ ایک قلعہ میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اس معرکے کی تفصیل بڑی لمبی ہے۔ سینکڑوں افراد اس میں شہید ہوئے' اسی اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے آس پاس ان ۷۰ شہداء کی قبریں بھی ہیں جن کی فہرست حضرت سید احمد شہیدؒ نے ہندوستان بھیجی تھی جو کہ بڑے بڑے امراء اور شہزادوں کی اولاد تھی اور ہندوستان کے مختلف زاویوں اور ریاستوں سے سید صاحبؒ کے ساتھ چلے تھے انہوں نے اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا۔ جبکہ دیگر شہداء تو پٹھان اور ان ہی علاقوں کے تھے جن کی فہرست نہیں بھیجی گئی وہ گوڈری شہزادے کے قصے بھی آپکے اسی اکوڑہ خٹک سے وابستہ ہیں سیرت سید احمد شہیدؒ میں جنگ اکوڑہ کا مستقل باب ہے۔ سید احمد شہید نے کہا کہ اکوڑہ خٹک کی رات ہمارے لئے لیلۃ الفرقان ہے پھر یہاں سے یہ جنگ شروع ہوئی اور ہوتے ہوتے بالا کوٹ تک پہنچی اور وہاں سید صاحب شہید ہو گئے لیکن یہ تحریک سو سال تک چلتی رہی۔

تحریک ریشمی رومال :

پھر اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کی ساری جدوجہد اور جنگ آزادی وغیرہ یہ سب ان ہی علاقوں سے وابستہ ہے حضرت شیخ الہند نے بھی ریشمی رومال کی تحریک میں افغانستان کو مرکز بنایا اور اس سلسلے میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور دیگر اکابر کو وہاں بھیجا لمبی تفصیل ہے تحریک کا راز فاش ہونے پر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ حضرت اسیر مالٹا مولانا عزیر گلؒ یہ سب قاہرہ اور مالٹا میں جو اس وقت پر تعیش جزیرہ ہے لیکن اس زمانہ میں لق و دق صحرا دریائے شور اور کالا پانی کے درمیان ایک الگ تھلگ جزیرہ تھا قید ہوئے۔ وہ داستانیں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے کیا کچھ کیا؟

حضرت شیخ الہند کی آہ و بکا و زاری اور قرآن کے ترجمے وہ سارے حالات حضرت شیخ الاسلام کے سفرنامہ اسیر مالٹا میں آپ پڑھ سکتے ہیں۔ حاجی صاحب ترنگزئی کا جہاد اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے آج یہ لوگ بڑے بڑے دعوی کرتے ہیں کہ علماً نے کیا کیا حالانکہ خان عبدالغفار خان مرحوم نے مجھے ایک رات پوری تفصیل لکھوائی کہ ہمیں جہاد و آزادی کا کچھ پتہ نہ تھا ہمیں حضرت شیخ الہند نے یہ راستہ دکھایا اس نے کہا کہ میں ریشمی رومال کی تحریک کا ایک ممبر ہوں میں نے کہا کہ کیسے آپ یہ سب پروگرام سمجھ لیتے تھے تو کہا کہ حضرت شیخ الہند گاڑی میں کسی جگہ کا ٹکٹ لے لیتے تھے اور میں دوسری جگہ کا ٹکٹ لے لیتا تھا اس طرح حضرت شیخ الہند دوران سفر مجھے ہدایات دیتے تھے تو حضرت شیخ الہند نے ان کو راہ حق پر لگایا ورنہ جب روس آیا تو پھر ان کا روسی استعمار کے مقابلہ میں کوئی جذبہ حریت نہ تھا۔

آزادی کی جنگ تو علماً دیوبند کی ہدایات اور تعلیمات سے لڑی گئی ہے اور پھر اسی جگہ جہاں شہدا کا خون اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر گرا تھا وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک ادارہ (دارالعلوم حقانیہ) قائم کیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ سید ین شہیدین کے ساتھیوں کا خون ہے جو یہاں رنگ لایا' جذب ہوا اور پھر نکلا اب افغانستان کو اس خون کی ضرورت ہے۔ سید احمد شہید کو اللہ نے ایک عجیب شان دی تھی کہ جہاں سے وہ گزرتے تھے وہاں نور کی روشنی اور ایک لکیر چھوڑ گئے۔

دیوبند میں علم کی خوشبو :

اس وقت دیوبند (قصبہ) میں دارالعلوم نہ تھا۔ آج دارالعلوم دیوبند جہاں قائم ہے اس جگہ کوڑے کرکٹ کا ڈھیر تھا۔ شہر کا سارا گند وبلا لوگ وہاں ڈالتے تھے دیوبند سے گزرتے ہوئے حضرت سید احمد شہید نے اپنے قافلے کے ساتھ وہاں قیام کرنا چاہا تو ساتھیوں نے کہا کہ یہ کوڑے کرکٹ کا ڈھیر ہے ذرا صاف جگہ میں پڑاؤ

کر لیتے ہیں سید احمد شہیدؒ نے کہا کہ نہیں یہیں پر ٹھہرنا ہے۔ اس سرزمین سے مجھے علم کی خوشبو آرہی ہے یہ ۱۸۲۵ اور ۱۸۳۰ کے درمیان فرمایا تھا۔ حضرت کو بصیرت و فراست سے یہ معلوم ہو رہا تھا پھر اس سرزمین اکوڑہ خٹک میں تو ان مجاہدین کا خون پسینہ بہا ہے۔ یہاں پر شیدو (جو کہ اکوڑہ خٹک سے دو میل پر ہے) میں ایک لاکھ افراد کا معرکہ ہوا تھا مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ تھی جس میں سید شہید کو سازش سے زہر دیا گیا تھا۔

بہر حال آج افغانستان میں جو اسلامی حکومت علی رغم الیہود والنصاری قائم ہے پورا عالم کفر اسلامی نظام کے خلاف ایک ہو چکا ہے کہ اسے چلنے نہیں دیں گے لیکن الحمدللہ اسلامی نظام وہاں قائم ہے اور طالبان اس پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی لچک اور نرمی نہیں مانتے ہیں تو یہ دو سو برس کی مسلسل دیوبند اور ان کے اکابر کی جدو جہد اور ان کی ساری محنتوں کا نتیجہ ہے۔

الحمدللہ یہ بھی آج اسی دیوبند کا فیضان ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے ذریعہ ماسکو تک یہ موجیں پہنچ گئیں اور لینن و کارل مارکس کے مجسمے جہاد نے چور چور کر کے رکھ دیئے اور افغانستان میں آپکے ہزاروں حقانی علماً نے ۲۰ سال کے دوران قربانیاں دیں اور اس وقت بھی تحریک طالبان میں ۹۰% آپ کے حقانیین برسراقتدار ہیں اور انکے جو دیگر ساتھی ہیں وہ بھی ہماری اولاد ہیں کیونکہ پھر اسی حقانیہ کے فضلأ نے پورے ملک اور افغانستان تک مدارس کا ایک جال پھیلا دیا ہے۔

افغانستان میں دو سو برس کی قربانیوں کا ظہور:

افغانستان میں ۲۰۰ برس کی محنتوں کے بعد اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ اس اسلامی نظام کا تحفظ پوری امت کا فریضہ ہے۔ تمام علمأ کو اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ وہاں دو صدیوں کی قربانیوں کا ظہور ہو رہا ہے اگر کفر نے اس شمع کو ابتدا میں بجھا دیا تو پھر شاید اگلے کئی صدیوں تک دوبارہ یہ ساری صورتحال پیدا نہ ہو۔ یریدون لیطفئو نور الله بافواههم والله متم نوره ولوكره الكفرون۔

نور خدا کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ہمارے لئے انتہائی سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ آج دارالعلوم دیوبند کا عظیم اور موقر وفد یہاں پر تشریف لایا ہے۔ ماں کی گود میں بچے کو جو سکون ملتا ہے آج گویا ان کے آنے کی وجہ سے مادر علمی (دارالعلوم دیوبند) کی نسبت سے اتنی خوشی اور سکون محسوس ہو رہا ہے۔

خطاب جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ امیر جمعیت علمائے ہند

(امام اعظم اور علم حدیث)

الحمدلله نحمده ونستيعنه و نستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله وفلا مضل له ومن يظله فلا ها دى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده رسوله صلى الله تعالى عليه وعلى الروصحبة وبارك وسلم

اطاعت الٰہی مع اطاعت رسول اللہ ﷺ :

اطاعت الٰہی جس طرح اللہ کے حکم سے فرض ہے بعینہ اسی طرح اطاعت رسول ﷺ بھی فرض ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا جگہ جگہ حکم دیا ہے۔

اطيعو الله ورسوله حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ اطيعوالله واطيعو الرسول حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے اس نے پائی بڑی مراد۔ ماآتكم الرسول فخذوه ومانهكم عنه فانتهو اور رسول تم کو جو کچھ دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے تم کو روک دیں تو تم اس سے رک جایا کرو۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم تو کہہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں سے یہ حکم ثابت ہے۔

منکرین حدیث :

منکر حدیث منکر قرآن ہے اور منکر قرآن و منکر حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح قرآن کریم میں حکم الٰہی کو ماننا فرض قرار دیا گیا ہے بعینہ اسی طرح قرآن میں نبی کی اطاعت بھی فرض عین قرار دی گئی ہے اب جو لوگ حدیث کے منکر ہیں وہ اللہ اور قرآن کے بھی منکر ہیں اور وہ ایمان سے خارج ہیں گمراہ لوگ آج دنیا میں گمراہی پھیلا کر اسلام سے دور کرنے کی سازشیں کرتے پھر رہے ہیں اور پیسے کے ذریعے ایمان خرید کر بے ایمان بنانے کی سازش اور گمراہی دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

اہل قرآن فرقہ :

اتفاق سے ہمارے ہاں اہل قرآن فرقے کا ایک نوجوان گورنمنٹ نے پکڑا تو پانچ کروڑ روپے لے کر باہر سے آرہا تھا بے خبر سکول' کالج اور یونیورسٹیوں کے نوجوانوں کو پیسوں سے خریدا جاتا ہے اور اسلام میں قسم قسم کے فتنے پیدا کئے جارہے ہیں اہل قرآن نامی فرقہ دراصل ایمان کے خلاف ایک بڑا فتنہ اور منکر قرآن ہے۔ بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ ہر مسلمان کو اللہ اور رسولؐ کی اتباع کرنی چاہیے۔ اس اتباع کے لئے لوگوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں اور ہم لوگ حضور اقدسؐ کی اتباع کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے فتوے رائے اور طریقے کو زیادہ انسب اور مناسب سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔

فضائل اہل حنیفہ :

اسلئے کہ امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں اور جس طرح امام بخاری' امام مسلم اور دیگر محدثین حفاظ حدیث ہیں اسی طرح امام صاحبؒ بھی حافظ حدیث ہیں جبکہ دنیا کا کوئی محدث اور کوئی فقیہ امام صاحبؒ کی طرح حافظ حدیث نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے ان کو جرح و تعدیل کا امام بنایا جو ہر حافظ حدیث اور محدث نہیں ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ نے امام ابو حنیفہؒ کو یہ مزیت دی ہے کہ آپ جہاں پر رہتے تھے وہاں حرمین سے زیادہ اجل صحابہ تھے۔ آپ صحابہ کرامؓ کی گودوں میں پلے بڑھے اور حضورؐ کی پوری حیات مبارکہ کو سمجھا' جانا اور پورے عالم میں سب سے زیادہ فقیہہ (امام اعظم) نے اپنے تفقہ سے اس کو سارے عالم میں پھیلا کر دین کی ھدایت کی۔

تابعیت امام اعظم :

امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۶۰ھ میں دنیا میں پیدا ہوئے اگر ۸۰ھ میں بھی مانا جائے جو کہ متفق علیہ قول ہے تو امام صاحبؒ حضور ﷺ کے وصال کے ۷۰ سال بعد دنیا میں پیدا ہوئے اور صحابہ کرامؓ ۱۱۰ھ تک دنیا میں زندہ رہے تو اس طرح امام صاحب کو ۳۰ برس صحابہ کے وجود کے دنیا میں ملے اور ان کا شہر اجل صحابہ کا حرمین سے بڑا مرکز تھا امام صاحبؒ کو متعین طور پر اصحاب رسولؐ کے ساتھ شرف تلمذ حاصل رہا ہے اور ان سے احادیث حاصل کیں۔ کم از کم حضرت انس بن مالکؓ کا نام واضح طور پر متعین ہے اور ان کے علاوہ اور صحابہ کرام سے بھی ان کا اخذ ثابت ہے۔ دین کو امام صاحب نے اپنے تفقہ' دلچسپی' محنت' ورع و تقویٰ' توجہ اور انہماک کے ساتھ دنیا میں پھیلایا۔

نبوی پیشن گوئی :

نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی ہے کہ فارس کے نوجوانوں میں ایک شخص ایسا ہوگا کہ اگر دین ثریا میں بھی ہو تو وہ اسے حاصل کرے گا۔ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسکا مصداق امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔ ایک

واسطہ یا دو واسطوں سے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

الصحابة كلهم عدول اہلسنت والجماعت کا متفقہ مسلک ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی تعریف قرآن میں کر دی جس کی تعریف قرآن میں آگئی وہ نص قطعی سے ثابت ہو گیا پھر اس میں کوئی بحث اور غور نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی کرتا ہے تو ایمان سے خارج ہونے اور گمراہی کو دعوت دیتا ہے۔ قرآن کے بعد دنیا میں کوئی اونچی چیز نہیں آئی لہذا قرآن کے نص قطعی کو کوئی عبور کر کے نہیں جا سکتا۔ اس کو ماننا پڑے گا اللہ نے قرآن میں صحابہ کرام کے متعلق فرمایا کہ رضی الله عنهم و رضوعنه اللہ ان سے راضی ہے اور وہ (صحابہ) سے راضی اولیك هم الراشدون فضلاً من الله و نعمة وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل اور احسان سے اور فان امنو بمثل ماامنتم به فقدا اهتدوا سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی۔ اس طرح ایمان کے لئے حضور ﷺ کے صحابہ کو معیار قرار دیا گیا جو ایمان کے لئے معیار ہو عمل کیلئے کیوں نہیں ہونگے۔ صحابہ کرام کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم من بعدی غرضا فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو ہدف ملامت اور تنقید و تبصرہ مت بناؤ یعنی ایسی حرکت کو حرام قرار دیا گیا اور بتایا گیا جس نے میرے صحابہ سے محبت کی میری محبت سے جس نے میرے صحابہ سے دشمنی کی میری دشمنی سے تو صحابی سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہو گئی، صحابہ سے محبت حضورؐ سے محبت ہو گئی لہذا وہ تنقید و تبصرہ سے بالاتر ہیں۔ قرآن و حدیث ماننے والا یہ ایمان کھو دینے والی حرکت نہیں کر سکتا۔ تو ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے براہ راست امام صاحب نے حضور ﷺ کی حیات، اعمال، اقوال اور احوال کو حاصل کیا اور پھر اپنے تفقہ سے اس سے دین کا استنباط کر کے لوگوں کو اس کی رہنمائی کی۔ جو لوگ دو، ڈھائی سو برس یا پانچ سو برس کے بعد آئے ہیں ان کا قول روایت تنقید و تبصرہ اخذ و ترک امام صاحب کیلئے حجت نہیں اور امام صاحب کا علم تمام عالم کے لئے حجت ہے اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ دو واسطوں سے ایک تابعی اور ایک صحابی کے واسطہ سے امام صاحبؒ حضور ﷺ سے اخذ کرتے ہیں۔ چار ہزار ایسے تابعین سے امام صاحب نے علم حاصل کیا جنہوں نے صحابہ سے حضورؐ کی نماز، روزے، احوال و اقوال خود سنے تھے۔ امام صاحب ان کے تدین تفقہ، علم و ورع، سب سے پوری طرح واقف اور خوب مطمئن ہو کر روایت حاصل کرتے ہیں یا خود صحابی سے یا تابعی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ اسلئے امام صاحب کے علم میں کسی قسم کی بحث نہیں کی جا سکتی ہے۔ جبکہ سو، ڈیڑھ دو سو برس بعد، شیعیت، خارجیت، اعتزال اور دوسرے بے شمار قسم کے فتن عقیدوں اور اعمال میں پیدا ہوئے لہذا ان تمام فتن میں ملوث لوگوں کا کہیں بھی نام آئے تو ایسی احادیث کو ائمہ حدیث ترک کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بڑی بڑی مضبوط

قولی و فعلی حدیثیں جن کو امام صاحب نے بالکل مشہور و متواتر کی طرح یقینی ہونے کی بنا پر اختیار کیا تھا بعد کے ائمہ حدیث کیلئے وہ ضعیف ہو گئیں جن کو انہوں نے پھر چھوڑ دیا تو اس لئے امام صاحب کا مسلک اور علم حجت ہے اور کسی دوسرے شخص کی حجت نہیں ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی عبادت زہد و تقویٰ :

امام صاحب زہد و تقویٰ میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ۱۶ برس کی عمر سے حج شروع کیا اور مسلسل چالیس حج کئے۔ امام صاحبؒ نے عشاء کے وضو سے چالیس برس تک فجر کی نماز پڑھی۔ امام صاحبؒ علم و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام صاحب کے صاحبزادے نقل کرتے ہیں کہ جب عشاء کے بعد وہ گھر تشریف لاتے تو نوافل شروع کر دیتے اس دوران شدت بکاء کی یہ حالت ہوتی کہ پڑوسیوں کو ان کی حالت پر ترس آتا تھا۔ ہر رات سارا قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور اس دوران اللہ کے دربار میں بے اختیار تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے اللہ سے رحم طلب کرتے تھے اور یہ معمول امام صاحبؒ کا رمضان میں ڈبل ہو جاتا تھا یعنی ایک قرآن ہمیشہ رات بھر میں ختم کرتے اور رمضان میں ایک قرآن دن میں بھی ختم فرماتے تھے۔ اس طرح پورے مہینے میں ۶۰ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

امام صاحبؒ کو ستانے کیلئے ایک شخص آیا اور ان کی بوڑھی ماں کے بارے میں کہا کہ میں آپ کی والدہ کے ساتھ نکاح کرنے آیا ہوں۔ سو آپ اس کا خطبہ دینے کے لئے آجایئے۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ شرعاً جائز ہے میں جا کر اپنی ماں سے پوچھ آتا ہوں اگر وہ تیار ہو جائے۔ تو گھر گئے اور اپنی ماں سے پوچھا کہ والدہ صاحبہ ایک شخص آیا ہے فلاں فلاں نام کا۔ ساری تفصیل بتادی اور وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ امام صاحبؒ کی والدہ نے جواب میں کہا کہ میں بوڑھی عورت ہوں میں کہاں نکاح کروں گی۔ بہر حال امام صاحبؒ نے شرعی صورت ہونے کی بنا پر کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہ کی۔ آج اگر ہم ان کی جگہ ہوتے تو ڈنڈے اٹھا کر خوب مارتے۔

امام صاحبؒ کو ایک دفعہ بتایا گیا کہ ان کے شہر میں کچھ لوگوں نے بکریاں چرائی ہیں اور وہ شہر کی بکریوں میں مل گئیں ہیں۔ جیسے ہی معلوم ہوا کہ چرائی ہوئی اور خریدی ہوئی بکریوں میں تمیز نہیں ہوتی تو چرواہوں سے معلوم کیا کہ عادتاً بکری کتنے دنوں تک زندہ رہتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ عموماً ۷ برس۔ تو امام صاحبؒ نے اپنے شہر میں اس دن سے ۷ برس تک بکری کا گوشت استعمال نہیں کیا۔ حالانکہ فتویٰ یہ نہیں ہے لیکن انہوں نے اپنے اعتبار سے یہ احتیاط کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی نوالہ چوری کے سالن کا میرے پیٹ میں چلا جائے۔

اللہ نے امام صاحبؒ کو بڑے فضائل سے نوازا اور تابعیت جیسی بڑی نسبت عطا فرمائی تھی ۔ حقیقت میں اتباع سنت کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے احناف کو عطاء فرمائی ہے حنفیت کے تمام مسائل سنت رسول اللہ ﷺ پر

مبنی ہیں یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو اکثر اختیار کیا جاتا ہے۔ آپ حضرات کو مطمئن ہو کر جرأت و ہمت کے ساتھ اس موضوع پر بات کرنی چاہیے۔ ان شاء اللہ آئندہ دو مہینوں میں ایسی لٹریچر اور کتابیں آجائیں گی جس میں حنفیت کا ہر مسئلہ سنت سے ثابت کیا جائے گا اور وہ لٹریچر ہم یہاں پہنچانے کی کوشش کریں گے اور اگر اس سلسلے میں کچھ حضرات ۲۔ ۳ مئی کو دہلی آسکے تو وہ خود لے کر یہاں آجائیں گے۔

افسوس کہ آج امام ابو حنیفہؒ کے ذریعے سے اتباع سنت کو شرک کہا جارہا ہے مثلاً وابتغو الیه الوسیله یعنی توسل قرآن سے ثابت ہے۔ اس کی غلط غلط تفسیریں بیشمار قیودات اپنی طرف سے بڑھا کر کئے جاتے ہیں اور قرآن کے مطلق حکم کو توڑ مروڑ کر اور توسل کو حرام قرار دے کر پیش کیا جارہا ہے۔ یہ کتنی بڑی جہالت ہے کہ قرآن کا مطلق حکم قیودات سے مقید کر کے حرام بتایا جائے اس لئے آپ حضرات کو اتباع سنت کے لئے حنفیت کو قابل فخر اور صحیح طریقہ مان کر عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علم و عمل اور اخلاص و للھیت کی توفیق عطا فرمائے اور تمام شرور و فتن سے بچا کر صحیح راستے پر چلائے۔ امین

مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مرغوب الرحمان مدظلہ کے دار العلوم حقانیہ کے بارے میں پاکیزہ تاثرات و جذبات

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم .

حضرات اساتذہ کرام اور طلباء عزیز میرے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا موقع ہے کہ آج مجھے یہاں دار العلوم حقانیہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی جب ہندوستان سے یہاں آنے کا پروگرام بن رہا تھا تو اسی وقت سے ذہن میں یہ بات تھی کہ کانفرنس سے فراغت کے بعد سر فہرست دار العلوم حقانیہ میں حاضری دینی ہے افسوس کہ کل میں اپنی علالت اور ڈاکٹر صاحبان سے وقت لینے کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ اپنی اس تمنا اور خواہش کو مجھے پورا کرنا ہی تھا۔

عظیم درسی خدمات :

آج اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے یہاں پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور میں آپ حضرات کے درمیان میں موجود ہوں دار العلوم حقانیہ کے بانی حضرت مولانا عبدالحقؒ دار العلوم دیوبند کے جلیل القدر فاضل اور مدرس تھے۔ انہوں نے دار العلوم دیوبند میں بڑی عظیم درسی خدمات انجام دی تقسیم ہند کے بعد یہاں آنے پر دار العلوم دیوبند کی شاخ کے طور پر دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی۔

شجرہ طوبیٰ :

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو شاخ انہوں نے قائم کی تھی آج وہ شجرہ طوبیٰ کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کی ہمسری کر رہی ہے اس طرح ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور پاکستان و قرب وجوار کے ممالک میں دارالعلوم حقانیہ فیض پہنچا رہا ہے انتہائی مسرت ہے کہ دارالعلوم کے ایک فاضل نے اتنی عظیم خدمت سرانجام دی۔ آج مولانا سمیع الحق صاحب ان کے جانشین کی حیثیت سے اس نظام کو چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مساعی کو قبول فرما کر مدرسہ کو مزید ترقیات سے نوازے اور طلباء عزیز کو علوم دینیہ کی دولت سے مالا مال فرما کر انہیں دین کی حفاظت واشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے قبول فرمائے۔ اس وقت سفر بھی میرا اختیاری نہیں ہے اس لئے مجھے افسوس ہے کہ یہاں ٹھہر نہیں سکتا اگر عوارض نہ ہوتے تو یہاں پر دو تین روز ضرور ٹھہر جاتا (طلباً کے اصرار پر اُنہوں نے طلباً کو یہ نصیحت فرمائی)

علم کے ساتھ عمل :

علم کے ساتھ عمل صالح نہایت ضروری ہے علم اگر ہو اور عمل نہ ہو تو مسلمان کے لئے اس علم کی کوئی حیثیت نہیں ہے علم ہے ہی اس لئے کہ اس پر عمل ہو اللہ اعمال صالحہ کو توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ دین پر استقامت عطا فرمائے۔ اور جس مقصد کے لئے طلبا عزیز اپنا وقت عزیز صرف کر رہے ہیں یہ ان کے عمر کا جوہری حصہ ہے اسے کار آمد بنانے کے لئے شب و روز محنت کرنی چاہیے تاکہ علوم حاصل ہوں اور اپنی مصروفیات کو مشغولیات کو اسی حد تک (علم) محدود رکھو۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں برکت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ استعداد عطا فرمائے اور اللہ اپنا فضل وکرم شامل حال رکھے۔ جی نہیں چاہتا ایسا لگتا ہے کہ اپنے دارالعلوم میں آگئے ہیں لیکن مجبوری ہے جانا ہے ورنہ طبیعت کا تقاضا تو یہی تھا کہ میں یہاں رہوں کچھ وقت گزاروں اور سیر ابی ہو مگر افسوس کہ جانے کیلئے مجبور ہیں۔

خطاب حضرت مولانا قاری محمد عثمان مدظلہ

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

محترم حضرات' اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ اس وقت ہم اور آپ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہیں تعلیم و تعلم کی نسبت سے یہاں کچھ باتیں اور گفتگو کرنے کی نوبت ان شاء اللہ آئے گی اور ابھی ہمارے مرشد و مربی حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم عنقریب یہاں پہنچنے والے ہیں کوئی لمبی گفتگو نہ کر کے اتنی

بات اس وقت عرض کرنی ہے کہ محض ان کتابوں سے جو علم ہم حاصل کرتے ہیں اسے کافی نہ سمجھا جائے۔

باطنی اصلاح:

ہمارے اکابر رحمهم الله نے تمام ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد باطنی اصلاح کی طرف بھی توجہ دی ہے اس میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی مثال پیش کی جائے گی جن کے علم و تفقہ 'مہارت فنی کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے آپ جانتے ہیں کہ یہ حضرات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہیں جو علوم رسمیہ کے پورے عالم بھی نہیں تھے کافیہ تک اور مشکوٰۃ کا کچھ حصہ پڑھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم لدنیہ عطا فرمائے تھے۔ بیعت اور اس طرح مرشد سے تعلق قائم رکھنے کا مقصد اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے حضرت گنگوہیؒ کو مکہ سے خط لکھا کہ مولوی رشید احمد صاحب بہت دن ہوگئے آپ نے اپنے حالات لکھ کر نہیں بھیجے' بیعت ہو چکی تھی بڑے عالم اور محدث ہیں لیکن پیر و مرشد مرید کے نام خط لکھ رہے ہیں کہ آپ نے اپنے حالات لکھ کر نہیں بھیجے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس خط کا جو جواب دیا ہے وہ ہم سب کیلئے سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے جواب میں لکھا کہ حضرت! بار بار خط لکھنے اور حالات لکھ کر بھیجنے کا سوچتا تھا لیکن پھر یہ خیال دامن گیر ہوتا کہ میرا کیا حال ہے اور کیا لکھوں لیکن حضرت کا خط آیا ہے' حکم ہے 'اس لئے اس کی تعمیل کر رہا ہوں

امور شرعیہ امور طبعیہ بن گئے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت کے ساتھ تعلق ہو جانے کے بعد بیعت و اصلاح کا یہ اثر ہوا ہے کہ امور شرعیہ امور طبعیہ بن گئے ہیں یعنی جو شرعی احکام ہیں ان کے ادا کرنے کیلئے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے انسان کو کوئی بشری حاجت پیش آتی ہے اور اس کا تقاضا ہوتا ہے اور اسے بلا تکلف ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح امور شرعیہ امور طبعیہ بن گئے ہیں۔

تطبیق آیات:

دوسری بات جواب میں یہ تحریر فرمائی کہ حضرت کے ساتھ تعلق ہو جانے کے بعد قرآن کریم کی ایک آیت کا دوسری آیت سے کبھی بھی کسی قسم کا ٹکراؤ محسوس نہیں ہوتا ہے اور آیت کریمہ کا کسی حدیث پاک سے بھی ٹکراؤ محسوس نہیں ہوتا بلکہ ہر آیت اور ہر حدیث پاک اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے اپنے مورد پر واقع ہونے والی محسوس ہوتی ہے اور اب کوئی تعارض ہی محسوس نہیں ہوتا۔

مادح اور ذام برابر تیسری بات یہ تحریر فرمائی کہ حضرت کے ساتھ بیعت ہو جانے کے بعد مادح (تعریف کرنے والا) اور ذام (برا کہنے والا) میری نظر میں دونوں برابر ہوگئے کوئی میرے سامنے میری خوب تعریف

کرے میرا نفس پھولتا نہیں اور اگر کوئی مجھے برا بھلا کہتا ہے تو مجھے غصہ نہیں آتا۔ یہ تینوں باتیں بظاہر چھوٹی محسوس ہوتی ہیں لیکن ہر ایک کے اندر اپنا اپنا کمال ہے۔

کمال تواضع

مادح اور ذام نظر میں برابر ہو جائے یہ ہے کمال تواضع اور اس قدر فروتنی ہے کہ کوئی تعریف کر رہا ہے تو انسان خود محسوس کرے کہ اسے (مادح کو) کیا پتہ میں کیسا ہوں یہ تو اپنے ظاہری حال کے مطابق کہہ رہا ہے۔ ع من آنم کہ من دانم

اور جو اس کی برائی بیان کر رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو اس سے بھی زیادہ برا ہوں جو یہ کہہ رہا ہے۔

کمال علم

اور تطبیق آیات کے اندر پیدا ہو جائے اس کے ذہن میں آیات کریمہ، احادیث مبارکہ میں تعارض محسوس نہ ہو یہ کمال علم ہے جب علم ناقص ہوتا ہے اور علم میں قصور ہوتا ہے تو ایک آیت کا مضمون دوسری آیت کے مضمون سے ٹکراتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور اگر ہر آیت کا صحیح محمل اور صحیح شان نزول معلوم ہو تو پھر ایک آیت دوسری آیت سے نہیں ٹکرائے گی اسی طریقے پر جب ہر حدیث کے ورود کا محل اور اس کا مقام و مرتبہ اور حیثیت معلوم ہوگی تو کبھی اس طریقے پر تعارض محسوس نہ ہوگا۔ یہی حال آیت کریمہ اور حدیث پاک میں ہوگا یعنی کبھی انکے مابین بھی تعارض محسوس نہ ہوگا۔

کمال عمل :

اور جس بات کو میں نے پہلے نمبر پر عرض کیا تھا وہ ہے کمال عمل کہ شرعی احکام پر عمل کرنے کیلئے طبیعت کے اندر تقاضا پیدا ہو رہا ہے اسلئے ہمارے ان مدارس میں اور خصوصاً دارالعلوم دیوبند سے تعلق رکھنے والے مدارس میں یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور چلنی بھی چاہئیں۔ ظاہری علوم کے اندر مکمل مہارت علمیہ اور پوری استعداد ہونی چاہیے۔ لیکن اسی کو کافی سمجھ کر اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جائے یہ ہمارے اکابر کے راستے سے ہٹا ہوا راستہ ہے۔ انہوں نے دونوں چیزوں کو جمع کیا ہے اور جس مقصد کیلئے جمع کیا ہے وہ میں نے آپ کے سامنے عرض کر دیا کہ یہ ہماری اور آپ کی ضرورت کی چیزیں ہیں ہمیں کمال علم بھی پیدا کرنا ہے اور کمال عمل بھی پیدا کرنا ہے اور کمال تواضع بھی اپنے اندر پیدا کرنی ہے اور یہی ہمارے مدرسوں کا اوڑھنا بچھونا ہے اور اسی مقصد کیلئے ہماری یہ ساری محنتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں (امین)

خطاب حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہ

استاد حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد مجھے کوئی تقریر نہیں کرنی ہے میرا ایک تاثر ہے مجھے وہ مختصر طور پر عرض کرنا ہے۔

دارالعلوم کی بنیاد اور منہاج

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد اور اس کا منہاج ما انا علیه واصحابی پر ہے دارالعلوم دیوبند میں علم حقیقی شرعی کے ساتھ عمل میں نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع کا پرچار ہوتا ہے۔ اس اتباع سنت کے طفیل اللہ تعالیٰ انسان کو بعض اوقات ایسی سنت پر عمل کرنے کا موقع دے دیتا ہے جس کا تحقق اور وجود مشکل ہوتا ہے۔

اصحاب صفہ کا طریق :

نبی کریمؐ کے زمانے میں تعلیم و تعلم کا جو مشہور طریقہ رائج تھا وہ اصحاب صفہ کا طریق تھا۔ مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا داخلہ مدرسہ اصحاب صفہ میں ہوتا تھا۔ اصحاب صفہ بیک وقت تین کام سرانجام دیتے تھے ۔

(۱) علم بھی حاصل کرتے تھے (۲) دعوت و تبلیغ کا کام بھی کرتے تھے (۳) دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بھی کرتے تھے۔

موجودہ دور میں یہ سب باتیں اکٹھی جمع ہونی دشوار اور مشکل معلوم ہوتی تھیں لیکن یہاں آکر دیکھنے سے دل میں یہ تاثر پیدا ہو رہا ہے کہ یہ طریق وہی طریق ہے جو اصحاب صفہ کا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو اتباع سنت کی برکت سے یہ صورت عطا فرمائی ہے۔

اس کے بعد دوسری چیز حدیث کی کتاب میں برکت کیلئے کچھ پڑھنے اور اجازہ دینے کا ہے تو تمام اصول حدیث کی کتابوں میں آداب علم حدیث کے اندر یہ بات اپنی جگہ پر لکھی جاتی ہے کہ جب کوئی بڑا موجود ہو تو اس کی موجودگی میں چھوٹا کوئی تعلیم کا کام نہ کرے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اعظمی مدظلہ کی طبیعت خراب تھی۔ وہ پہلے نہیں آئے تھے اسلئے مجھے قرأت حدیث اور اجازہ دینے کا کہا گیا۔ لیکن اب آپکی وجہ سے تکلیف کر کے تشریف لے آئے ہیں لہذا اب وہی برکت کیلئے قرأت حدیث کریں گے اور وہ آپ کو کچھ نصیحت فرمائیں گے۔

حضرت مولانا عبدالحق اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا درس اور طلبأ کو حدیث کی اجازت

حضرت مولانا عبدالحق اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے بخاری شریف کی ابتدائی حدیث کی تلاوت کے بعد طلبأ واساتذہ کو اجازۃ حدیث مرحمت فرمائی اور پھر فرمایا :

" یہ کتاب جس کی پہلی حدیث میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ حدیث ان چار احادیث میں سے ہے جس کے بارے میں صاحب مفتاح السعادہ نے 'امام ابو داوٗدؒ' سے نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تمام احادیث مبارکہ پانچ لاکھ ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک چھ لاکھ ہیں۔ ان پانچ لاکھ احادیث سے میں نے اپنی کتاب "ابوداوٗد شریف" کا انتخاب کیا اور پھر میں نے اس اپنی کتاب سے چار احادیث کا جن میں نبی کریمؐ نے پورے دین کو اجمالی طور پر بیان کر دیا ہے منتخب کیا۔ انہی چار احادیث میں سے ایک یہ (انما الاعمال بالنیات) کی حدیث بھی ہے جو کہ آپ کے سامنے ابھی تلاوت کی گئی ہے نہایت اہمیت کی حامل حدیث ہے جس کی وجہ سے مصنفین حضرات اس حدیث کو اپنی کتاب کا افتتاحیہ قرار دیتے ہیں اس حدیث پر مجھے کچھ زیادہ نہیں کہنا ہے حضرت فدائے ملت (مولانا اسعد مدنی مدظلہ) تشریف لا چکے ہیں' اصل بیان ان کا ہوگا مجھے بتایا گیا کہ حدیث پڑھ کر اجازت دے دو۔

سلسلہ سند :

میں نے بخاری شریف کا شروع سے لے اخیر تک الحمدللہ کوئی سبق ناغہ نہیں کیا میں یہ تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ سے پڑھی ہے اور شروع سے اخیر تک ان ہی سے پڑھی ہے کوئی سبق میں نے کسی دوسرے کے ہاں نہیں پڑھا۔ حضرت مدنیؒ نے ہم لوگوں کو اجازت دی معمول یہ ہوتا تھا کہ جس روز یہ کتاب ختم ہوتی تھی اس موقع پر حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب نور اللہ مرقدہ تشریف لے آتے تھے اسی دستور کے مطابق اس وقت بھی تشریف لے آئے لڑکوں نے ان سے بھی درخواست کی کہ حضرت آپ بھی اجازت دیں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر حضرت (مدنی) ہم کو اجازت دے دیں تو ہم بھی اجازت دے دیں گے اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ہم نے کتنی بار آپ کو اجازت دی ہے اسی مجلس میں حضرت مولانا سید

فخر الدین صاحبؒ سے بھی اجازت حاصل ہوئی' حضرت مدنیؒ کو حدیث کی اجازت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ سے حاصل تھی اور حضرت شیخ الہندؒ کو اجازت حدیث اپنے دو اساتذہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حاصل تھی۔ ان دونوں بزرگوں کو اجازتِ حدیث حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے حاصل تھی اور ان کو حدیث کی اجازت حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نواسے ہیں ان سے حاصل تھی اور ان کو اپنے نانا جان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے اجازت حاصل تھی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہؒ سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ باقی پوری سند حضور ﷺ تک ان کی کتاب "المهمات" میں اور دیگر سند کی کتابوں میں موجود ہے وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اگر پرانی ترمذی ہو تو اس کی پیشانی پر بھی سند نقل ہے یہ اس کتاب کی اور تمام اصول کی اجازت حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی خصوصی سند جو کہ ان کے طلباً جانتے ہیں سے مجھ کو حاصل ہے۔ میں آپ حضرات کو بغیر اس حدیث پر کچھ کہے انہی شرائط کے ساتھ جن شرائط کے ساتھ ہمارے اکابر اور مشائخ اجازت دیا کرتے تھے اجازت دیتا ہوں۔ میں آپ کے درمیان اور حضرت فدائے ملت (مولانا اسعد مدنی مدظلہ) کے درمیان حائل ہونا نہیں چاہتا میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ علم حدیث کی برکات سے ہم سب لوگوں کو مالا مال فرمائے اور ہمیں اس پر عمل کرنے کو توفیق مرحمت فرمائے۔

علم عمل کی آواز دیتا ہے:

صرف ایک بات میں عرض کر دیتا ہوں مسلسلات میں ایک حدیث ہے کہ علم عمل کی آواز دیتا ہے۔ علم چاہتا ہے کہ عمل کیا جائے۔ فان اجاب والا فرتحل اگر آپ نے عمل کر کے جواب دے دیا تو وہ علم باقی رہے گا اور اگر آپ نے عمل نہیں کیا تو وہ علم سلب ہو جائے گا یعنی آپ کے پاس نہیں رہے گا چنانچہ محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ اذا اردت ان تحفظ الحديث فاعمل به ولو مرة تكن من اهله ۔ اگر تمہارا ارادہ ہو کہ علم حدیث کو باقی رکھو تو اس پر عمل کرو۔ فضائل و آداب کی جو احادیث ہیں کم از کم عمر میں ایک مرتبہ اس پر عمل کر لو تو تم اس کے اہل بن جاؤ گے۔ محدثین حضرات علم حدیث کو باقی رکھنے کیلئے تعامل بالحدیث کیا کرتے تھے۔ علم کی زکوۃ عمل ہے اس لئے میں آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ جو حدیث بھی پڑھے چاہے وہ فضائل اعمال سے متعلق کیوں نہ ہو اس پر ضرور عمل کریں اللہ ہمیں اور آپ سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے دعا حضرت اسعد مدنی فرمائیں گے۔

رشد و تقویٰ و تقدس سر بسر ہے دیوبند

عرصہ آفاق پر یوں جلوہ گر ہے دیوبند
آفتاب و مہ سے بھی رخشندہ تر ہے دیوبند

اتباع مصطفیٰ ہر انگ سے اس کے عیاں
جان فدا بس اک خدا کے نام پر ہے دیوبند

اس کے احسانات ہیں سارے جہاں پر بالعموم
فیض جس کا عام ہے وہ نامور ہے دیوبند

شانِ دین و شان ملت شان قوم و شان ہند
جانِ دل جانِ وفا جانِ جگر ہے دیوبند

جس کے فرزندوں نے پھیلایا خدا کے دین کو
مادر علمی وہ قصہ مختصر ہے دیوبند

ایک صمصامِ قوی ہے برسرِ کفار و شرک
ظلمتِ الحاد میں نور سحر ہے دیو بند

کر رہی ہے ناز جس پر ملتِ بیضاء تمام
آفریں وہ معتبر فیضاں اثر ہے دیوبند

لرزہ براندام جس سے سامراجی قوتیں
اور استعمار کو شیرِ ببر ہے دیوبند

کاروانِ حریت کا قافلہ سالار بھی
رشد و تقویٰ و تقدس سربسر ہے دیوبند

جامع شرع و طریق و حامل روحِ جہاد
فانیؔ عاجز وہ نخلِ پُر ثمر ہے دیوبند

ضبط و ترتیب
مولانا حافظ عرفان الحق حقانی

امت مسلمہ علمأ مشائخ اور اسلام دشمن قوتوں کو پیغام
دیوبند کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کے تاریخی خطاب کا متن

جمعیت علمأ اسلام اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے پشاور کے دیوبند کانفرنس کے خطاب کا مکمل متن۔ اس خطاب کو کانفرنس میں شریک ہر طبقہ نے کانفرنس کا کلیدی اور الہامی خطاب قرار دیا۔ خطاب میں امت مسلمہ، اور اسلام دشمن عالمی طاقتوں کو مخاطب کر کے علمأ امت کو ان کی ذمہ داریوں پر توجہ دلائی گئی ہے۔......(ادارہ)

سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم نحمده ونصلى على رسوله الكريم انما يخشى الله من عباده العلمأ وقال النبى ﷺ العلما ورثه الانبياء۔

میرے مخدوم صدر گرامی قدر حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم اور ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے معزز قابل احترام علماء کرام، مشائخ عظام اور میرے عزیز طالب علم ساتھیو اور تمام معزز حاضرین میں سب سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنی طرف سے بھی اور جامعہ حقانیہ کی طرف سے بھی جس کے بلا مبالغہ ہزاروں فارغ التحصیل علمأ کرام اور مشائخ وفضلاء کرام ملک کے گوشے گوشے سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ جامعہ حقانیہ کے ایک خادم کی حیثیت سے میں سب کا دلی خیر مقدم کرتا ہوں اور خوش آمدید کہتا ہوں اور اپنی جماعت جمعیت علمأ اسلام جو پورے ذوق وشوق اور زور وشور سے پورے ملک سے اس عظیم تاریخی اجتماع میں حصہ لے رہی ہے۔ اس کی طرف سے بھی تمام منتظمین کانفرنس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کو تہہ دل سے خراج تحسین اور مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس اس وقت کی بہت اہم ضرورت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اہم چیلنجوں کے موقع پر اس اجتماع کا انعقاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی ہے۔

حاملین امانت خداوندی:

میرے محترم بزرگو! اس اجتماع کے ذریعہ ہم ہندوستان سے اور مادر علمی دیوبند سے آئے ہوئے اکابر

کو یہ بھی بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ کے شاگردوں کو جو امانت آپ نے سپرد کی تھی وہ امانت انہوں نے اگلی نسلوں تک پہنچائی اور اس امانت کے ساتھ ہم نے کیا کیا اور اس کو کتنا آگے بڑھایا۔ ہم اس کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں کہ آج وہ دارالعلوم دیوبند اصلها ثابت و فرعها فی السماء کا مصداق بنا ہوا ہے۔ اس شجرہ طیبہ کی شاخیں پھیلتی جارہی ہیں اور مدینہ منورہ کے پاور ہاؤس سے جو مرکز دیوبند کی شکل میں روشن ہوا اس پاور ہاؤس کی روشنی کو ہم ٹرانسفارمروں کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا رہے ہیں۔ اس کا ایک نمونہ آج یہاں ان علماً، مشائخ اور سینکڑوں اور ہزاروں مدارس کی شکل میں پاکستان میں سامنے ہے۔ اب اس بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کا وقت آگیا ہے وحدت امت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ یہ اس کے لئے ایک عملی کوشش ہے اور اس کا آغاز آج ہم اپنے گھر سے کر رہے ہیں۔

دیوبند اور علماً دیوبند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مشترکات پر متفق کرنے کیلئے اور متفقہ امور پر ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے کیلئے ہم عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں اور اس کی دلیل میری شکل میں آپکے سامنے ہے کہ میں نے اور میری جماعت نے اور جامعہ حقانیہ نے اپنی تمام توانائیاں صرف کرتے ہوئے ایک عظیم متفقہ مقصد کیلئے اس کانفرنس میں شرکت کر کے اس کا عملی ثبوت دیا۔

میرے محترم بزرگو! برصغیر میں انگریز کے آنے کے بعد جب ہمارا نظام تعلیم تہس نہس ہوا اسلامی کلچر تباہ ہو رہا تھا اور ہندوستان کی وہ ہندو تہذیب جو ساری امتوں اور قوموں کو کھا جاتی تھی جسے علامہ حالی جیسے شاعر نے اکال الامم (قوموں کو کھا جانے والی) کہا تھا وہ ہندو تہذیب و تمدن اور ہندوستان کی کلچر جس نے آریائی قومیں اور دنیا بھر کی ثقافتوں کو اپنے اندر جذب کر کے شرک، کفر و الحاد تو ہم پرستی میں محو اور مدغم کر دیا تھا، محمد بن قاسمؒ ثقفیؒ اور ہمارے اکابر کے آنے کے بعد اسلام کی صداقتیں حقانیت کے بل بوتے پر وہ تہذیب اسلام کو اپنے اندر جذب نہ کر سکی اور مسلمان اپنا تشخص قائم و دائم رکھ کر اسی طرح رہے۔ وہ تہذیبوں کو کھانے والی اسلام کی تہذیب کو کھا نہ سکی۔

اسلامی تہذیب و کلچر کی حفاظت:

لیکن انگریز کے آنے کے بعد دو خطرے سامنے آئے ایک ہندوستان کی تہذیب و کلچر جو شرک اور توہمات پر کھڑی تھی اور ایک انگریز کی اسلام دشمنی اور سیکولرازم اور مغربی تہذیب جو الحاد دھریت پر مبنی تھی۔ ہمارے اکابر نے بروقت قدم اٹھایا اور دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک مدرسہ قائم کیا یہ ایک الہامی اقدام تھا مدرسہ بھی الہامی اور اس کے خدوخال بھی سارے الہامی تھے۔ ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی عمارتوں کے نقشے تک میں الہامی تائید و رہنمائی ہوتی تھی۔ اہل اللہ خواب میں دیکھتے تھے کہ ہال، میدان اور

درسگاہ کا نقشہ ڈالا گیا ہے اور رات کو حضور ﷺ خواب میں تشریف لاتے ہیں اور نقشے کے بارے مشورہ دیتے ہیں کہ یہ نقشہ ایسا کرو یہ جگہ اور صحن تنگ ہوگا اور وہ اہل اللہ صبح اٹھ کر بتاتے تھے کہ دیکھو یہ نقشہ تبدیل کرنا ہے' ہمیں منامی طور پر حکم ہوا ہے کہ اسے اس طرح بناؤ۔ تو جو بزرگ یہ حال بتانے گئے انہوں نے دیکھا کہ جو نقشے انہوں نے خواب میں دیکھے تھے اسی طرح وہ زمین پر بنے ہوئے موجود تھے۔

یہ اللہ کی طرف سے ایک نظام اور تحریک تھی اب اسلام کی حفاظت کے لئے یہ نظام ضروری تھا۔ یہ نظام مدارس یہ نصاب یہ تعلیمات یہ سلسلہ سارا انگریز کے آنے سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ شر سے خیر کو نکالتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ انگریز کے آنے سے ایک خیر کی بڑی صورت یہ سامنے آئی کہ یہ آزاد مدارس قائم ہوئے للٰھیت اور اخلاص کے ساتھ قرآن وسنت کی تعلیم شروع ہوئی انگریز نہ آیا ہوتا تو اسلامی ادوار میں بھی ایسا آزاد نظام مدارس قائم نہ ہوتا ہر شر سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے خیر نکالتا ہے وہ نظام ایسا پھلا پھولا کہ مشعل سے مشعل روشن ہوتی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ آج اگر دینی تشخص' توحید وسنت کی تعلیم اور کتاب اللہ سے وابستگی' اسلامی حمیت اور غیرت اور حریت کیلئے سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ ہے اور جہاد وشہادت کا جذبہ ہے تو وہ اسی نظام کی وجہ سے ہے جو کہ دارالعلوم دیوبند سے شروع ہوا۔

ایٹم بم سے زیادہ خطرناک :

آج مغربی اقوام امریکہ اور اسلام دشمن قوتیں سب حیران ہیں اور اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ یہ نظام ہمارے لئے بہت خطرناک ہے بلکہ اسے وہ ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں۔ وہ تجزیہ کرتے ہیں کہ اس نظام میں آخر کون سی تعلیم اور کیسی تربیت دی جاتی ہے کہ اس سے ایسے فولادی انسان نکلتے ہیں کہ ساری کفر ملت واحدہ بن کر ان کے خلاف اکٹھی ہو جاتی ہے اور پھر بھی ان میں لچک اور مداہنت نہیں آتی ہے۔ یہ طالبان کیسی مخلوق ہے اور جہاد کا کیسا جذبہ ہے افغانستان میں وہ یہ نقشہ دیکھ رہے ہیں جس کا جذبہ افغان قوم نے افغانستان میں ۱۲۔ ۱۳ سال تک دکھایا۔ میں اکثر یورپین' امریکن اور مغربی میڈیا کے نمائندوں سے تنگ آجاتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ نہیں بار بار دارالعلوم آتے ہیں اور تحقیق کرتے ہیں کہ طالبان کیا ہیں؟ اور مدراس کے طلباً کیا ہیں؟

میں انہیں کہتا ہوں کہ بار بار کیوں آتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تہہ تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ یہ مضبوط ترین کردار کیسے پیدا ہوتا ہے کہ ان کو کوئی ہرا نہیں سکتا پابندیاں ان پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں اور ورلڈ بینک' آئی ایم ایف کے یہ محتاج نہیں ہورہے ہیں اور ساری کائنات ایک طرف اور وہ اپنے موقف پر بالکل ڈٹے ہوئے ہیں ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کردار اور مضبوطی کہاں سے اور کیسے پیدا ہوتی ہے۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ یہ کردار دیکھنے سے' یہاں آنے سے اور سرسری اندازہ لگانے سے معلوم نہیں ہوگا۔

میں ان سے کہتا ہوں کہ سو ڈیڑھ سو عیسائی یہودی امریکن اور یورپین نوجوانوں کو منتخب کر کے ٹیسٹ کے طور پر ہمارے حوالے کر دو ہم ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کریں گے ان کو ان مدرسوں میں داخل کراؤ 'ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا سکھاؤ' ان کو قرآن و سنت اور ہمارے اس سارے نصاب کو پڑھنے کا موقع دو پھر آپ کو خود پتہ چل جائے گا کہ یہ کردار و مضبوطی کیسے پیدا ہوتی ہے ۔ من لم یزق لم یدر

یہ زمین پر بیٹھ کر قربانیاں دے کر اور عظیم مشقتیں سہنا یہ وراثت نبوت کا تقاضا ہے اور نبوت جیسی وراثت بہت نایاب اور قیمتی چیز ہے۔ تو اس نظام پر وہ ریسرچ کر رہے ہیں کہ یہ ہماری موت کا پیغام ہے

سب سے بڑا ٹارگٹ :

اور آپ طلبا' علماء دینی مدارس اور دارالعلوم دیوبند سے نکلی ہوئی شاخوں کو انہوں نے بڑا ٹارگٹ بنا کر اس پر نمبر (۱) سرخ نشان لگایا ہوا ہے۔ امریکہ کا نہ اب روس دشمن ہے نہ روس کا امریکہ۔ اور بھارت اور چین میں یہ ساری دشمنیاں ختم ہو گئیں ہیں' آج یہود و نصاریٰ' امریکہ و یورپ' روس اور یورپین یونین یہ سب آپ کے مقابلے میں ایک مٹھی ہو گئے ہیں یہ کس نے کیا ہے ؟ یہ آپ لوگوں نے اور آپ کی اس تحریک اور جہاد اور تعلیمات نے ان کو ایک کر دیا۔ بہت پہلے روس کو نیکسن نے خط بھیجا تھا کہ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں لیکن ہماری قوت اور طاقت ضائع ہو رہی ہے۔ ان گدڑی پوش اور چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے والوں پر ہماری نظر نہیں پڑی ہے یہ تو ہمارے خلاف چھاؤنیاں ہیں یہاں سے ایٹم بم تیار ہوتے ہیں۔

برٹش سامراج :

آپ حضرات نے دیکھا کہ دارالعلوم دیوبند سے نکلنے والے علماً اور مجاہدین نے عزیمت اور استقامت کے کیا کیا باب رقم کئے' شاملی اور پانی پت کے میدانوں میں اور پھر وہیں سے شیخ الہندؒ کی ریشمی رومال کی تحریک اور یہ آج تک کا سلسلہ اس کے نتیجے میں بہت بڑی برٹش سامراج پیوند خاک ہو گئی' بہت بڑی ناشکری ہے جو برصغیر کی آزادی میں ان علماً مشائخ مجاہدین اور شہداء کو بھول جاتے ہیں' ان کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں آتا لیکن اللہ کی صحیفوں میں ان کے نام درج ہو چکے ہیں' اور ان ہی کی وجہ سے یہ برصغیر آج آزاد ہے اور سفید سامراج کے ختم ہونے پر پوری دنیا میں انقلاب آیا۔

سرخ سامراج سوویت یونین کا خاتمہ :

پھر بعد میں جب سرخ سامراج آیا تو تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند سے نکلے ہوئے ایک مرد حق' مرد درویش' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے اکوڑہ خٹک میں جو شمع جلائی وہ جامعہ حقانیہ جسے اکابر دیوبند ثانی کہتے تھے آج اس دارالعلوم دیوبند کے ایک بچے سے یعنی جامعہ حقانیہ سے اللہ نے

سرخ سامراج کو تہس نہس کروایا۔ اس دس سالہ جہاد میں ہزاروں علمأ حقانیہ شہید ہوئے' سینکڑوں علما نے قیادت و کمانڈ کی۔ یہ سرخ سامراج کا تہس نہس ہونا یہ بھی دارالعلوم دیوبند کا بالواسطہ اثر ہے۔ سویت یونین تہس نہس نہ کر دیا جاتا تو پاکستان اور عرب امارت تک ان کا شیطانی منصوبہ تھا لیکن یہ جنگ علمأ' فقرأ' مشائخ نے لڑ کر یہ شیطانی منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

دارالعلوم دیوبند کیا ہے؟ یہ مدارس کیا ہیں؟ اسکے نصاب کا اثر کیا ہے؟ اس کا نظام کیسا ہے؟ ان کے مدارس کیسے ہیں؟ ان سب کا آپ نے نتیجہ دنیا بھر میں دیکھ لیا کہ اللہ اکبر کے نعروں سے انہوں نے ایٹم کا کام لیا اور ہزاروں علمأ شہید ہوئے' اور آج سویت یونین نیست و نابود ہو گیا اور سویت یونین کا نام تک نہیں رہا اور اب امریکہ بلاوجہ اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔ وہ سویت یونین سے عبرت نہیں لے رہا ہے کہ علمأ اور فقرأ کے ہاتھوں اس کا کیا حشر ہوا؟ اسے سبق لینا چاہیے تھا اسکو اپنی پالیساں تبدیل کرنی چاہیں تھیں لیکن وہ باؤلے کتے کی طرح اور دیوانہ ہو گیا ہے اصل میں دینی مدارس اور جہاد کے اس نظام کی وجہ سے اس کی دشمنی ہے اور وہ اس نظام کو تہس نہس کرنے کا اعلان کر رہا ہے۔

دو تہذیبوں کی جنگ:

حضرات! بات کسی مدرسے کی یاد منانے کی نہیں ہم جشنوں کے قائل نہیں ہیں کسی جامعہ اور اس کے منصوبوں اور عمارتوں کی بات نہیں ہے ہم اس مقصد کیلئے یہاں نہیں جمع ہوئے ہیں کہ ہم اپنے کارناموں پر فخر کریں بلکہ ہم اس نظام اور تعلیمات کو اگلی نسل تک منتقل کرنا چاہتے ہیں یہ اولمپک کی شمع کیا ہوتی ہے وہ تو ایک معمولی کھیل اور مذاق ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے سے فخر کے ساتھ لے کر بھگاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ اولمپک کی شمع سے اونچا اور عظیم فانوس نبوت و فانوس مدینہ ہے اس کو ہم اسی طرح ایک سے ایک آگے آگے جلاتے رہیں گے اور اسے آگے پھیلاتے رہیں گے۔ بات یہاں جامع دیوبند یا حقانیہ یا کسی مدرسے کی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اس وقت دو نظاموں اور دو تہذیبوں کی جنگ شروع ہو چکی ہے اور کفری تہذیب ساری ملت واحدہ ہو چکی ہے اس تہذیب کا علمبر دار امریکہ ہے اور ساری شیطانی قوتیں ایک ہو کر اس میدان میں داخل ہو چکی ہیں۔ وہ نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے وہ مسلمانوں کو برداشت کرتا ہے لیکن وہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن و کلچر' سیاسی آزادی' استحکام' وجود اور تشخص انفرادی کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اب وہ جنگ کا آغاز کر چکا ہے اور جنگ میں کود چکا ہے۔

شرمناک منافقانہ پالیسیاں:

اس جنگ کا مظاہرہ ہم ان کے انتہائی ظالمانہ شرمناک منافقانہ پالیسوں میں دیکھتے ہیں کہ ملت کفر کیلئے

اور ملت مسلمہ کیلئے ان کی پالیساں جدا جدا ہیں۔ اس کا مظاہرہ آپ کشمیر میں دیکھ رہے ہیں کہ وہاں کوئی بنیادی حقوق امریکہ کی نگاہ میں سلب نہیں ہورہے ہیں وہاں کوئی پابندی نہیں لگائی جارہی ہے۔ وہاں کے بارے میں اقوام متحدہ کی قرار دادیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئیں اور مشرقی تیمور میں جب عیسائیوں کے فائدے کی بات آئی تو وہ قرار داد جبراً نافذ کرادی گئی۔ جس قرار داد سے مسلمان مارا جائے افغانستان، عراق اور لیبیا پر پابندیاں لگائی جائیں، وہ قرار دادیں باب ہفتم میں شامل ہوتی ہے یعنی وہ معطل نہیں ہیں، وہ قابل عمل اور ضروری ہیں اور جو قرار داد کشمیر، بوسینا، چیچنیا، اور افغانستان کو فائدہ پہنچا سکتی ہے وہ ڈسبین (ردی کے ٹوکرے) میں ڈالے گئے ہیں۔ یہ پالیساں علی الاعلان اسلام دشمنی کی غمازی کررہی ہیں۔ وہ احمد شاہ مسعود کو شان و شوکت سے دعوت دیتے ہیں کیا یہ ملت مسلمہ کے زخموں پر علی الاعلان نمک چھڑکنا ہے یا نہیں ؟

یورپین یونین اس کو پارلیمنٹ میں نمائندہ سمجھتا ہے جو کہ افغان قوم کا قاتل ہے اور جن لوگوں کو خود اپنے ملک میں ایک چارپائی کی جگہ میسر نہیں وہ اقوام متحدہ میں ان کے صدر اور نمائندے ہیں۔ انکی ساری کارکردگی آپ نے دیکھی افغانستان پر پابندیاں لگائی گئیں ہزاروں لاکھوں لوگ مصیبت میں ہیں اور بچے تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں ہم اپنے اکوڑہ خٹک میں ایک کیمپ دیکھتے ہیں اس شدید گرمی میں تیس تیس ہزار افراد دس دس میل کے میدانوں میں کھلے آسمان تلے بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں اور ان کو پلاسٹک تک کے خیموں میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے اور سینکڑوں افراد فاقوں سے مر رہے ہیں۔

جبر و طاغوت کے زندہ بڑے بت :

آج امریکہ کو اس بات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی اور جب بامیان کے دو بے جان پتھر (بت) کو توڑا جاتا ہے تو پورا یورپ اور امریکہ چیختا، چلاتا اور واویلا کرتا ہے اور مجھ سے بھی آکر بت شکنی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ ان بتوں سے میرا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ وہ وقت لائے جب آپ کے جبر و طاغوت ظلم و عدوان کے بڑے بڑے بت کلنٹن، بش، یلسن جیسے زندہ بتوں کو ہم اسی طرح انشاء اللہ توڑ پھوڑ کر رکھ دیں گے۔

نیو ورلڈ آرڈر واحد مزاحمتی قوت :

میرے دوستو! میں عرض کررہا تھا کہ جنگ شروع ہو چکی ہے اور یہ قومیں فیصلہ کر چکی ہیں کہ آپ کا اسلامی تشخص، آپ کے مدارس کو ختم کرانا اور آپ کی جہادی قوتوں کو ملیامیٹ کر دینا ہے۔ یعنی آپ کے سارے نظام کو تہس نہس کرنا ہے کیونکہ وہ آپ کو نیو ورلڈ آرڈر کے راستے میں واحد مزاحم قوت محسوس کررہے ہیں اب اس جنگ کو کس نے لڑنا ہے ؟ آپ کے سیاستدانوں نے جن کی سیاست یورپ کی برآمد شدہ ہے آپ کے

حکمرانوں نے جو پورا عالم اسلام میں عالم کفر کے آلہ کار ہیں ان کے دریوزہ گر ہے آپ کا حسنی مبارک' آپ کا شاہ فہد آپ کے عرب امارت والے اور آپ کے ترکی' الجزائر' مراکش کے کارندے حکمران یہ سارے حکمران یہ تو دُم چھلے ہیں۔ وہ جنگ نہیں لڑ سکتے ہیں اور آواز نہیں اٹھا سکتے کہ افغانستان پر پابندی مت لگاؤ اور وہ فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ افغانستان کی حکومت کو تسلیم کرلیں اس حد تک وہ غلام بن چکے ہیں وہ بیت المقدس کے بارے میں خاموش ہیں جہاں روزانہ بچوں کو بھونا جارہا ہے اور آپ کے معصوم بچے توپوں اور بندوقوں کا مقابلہ غلیلوں سے کررہے ہیں لیکن عالم اسلام کوئی بات نہیں کر سکتا کہ فلسطین ہمارا مسئلہ ہے' مسجد اقصیٰ ہمارا قبلہ اول ہے کشمیر ہماری جان ہے تو پھر یہ جنگ کون لڑے گا؟ آپ کے حکمران تو مفلوج اور غیروں کے ہاتھ گروی ہیں اور آپ کے عالم اسلام کے سیاستدان پاکستان کے نواز شریف' بے نظیر کیا وہ یہ جنگ لڑ سکتے ہیں جو روزانہ مغربی قوتوں کو شاباش دیتے ہیں اور اسلامی قوتوں کی نشاندہی ان کو کرواتے ہیں کہ ان قوتوں کو ختم کرو جو کلنٹن کے سامنے سرنڈر (تسلیم) اور سربسجود ہوتے ہیں۔ وہ غلام اپنے آقا (امریکہ) کی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کیا وہ لوگ یہ جنگ لڑیں گے؟ میں کہتا ہوں کہ آئندہ یہ جنگ اس فرسودہ سیاست کے ذریعہ سے نہیں لڑی جا سکتی ہے ہمیں اپنی پالیساں اور فیصلے تبدیل کرنے پڑیں گے اس فرسودہ سیاست اور مغربی شیطانی قوتوں کا جو چکر جمہوریت کے نام سے قائم ہے ان شیطانی جمہوریتوں کے ذریعے جو انہوں نے اپنے تحفظ کے لئے ہم پر مسلط کیا ہوا ہے وہ جمہوریت ترکی اور الجزائر میں مسلمان قوتوں کو آزادی نہ دے سکی' وہاں اسلامی نظام لانے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان چیزوں سے ہٹ کر سوچیں۔

قومیت جمہوریت کا نہیں اسلامیت کا دھارا:

ہمیں زمانے کے طور طریقوں کو دیکھ کر نہیں چلنا ہے لوگ کہتے ہیں کہ سیاستدان وہ ہیں جو زمانے اور حالات کو دیکھ کر حالات پہچاننے کی کوشش کرے۔ کہتے ہیں کہ ہوشیار وہ ہے جو قومی دھارے میں شامل ہو جائے قومی دھارا جو جمہوریت کا ہے۔ ہم نے ۵۴ سال جنگ لڑی اور اس دھارے میں شامل ہوئے اور ہم نے سوچا نہیں کہ یہ قومی دھارا کیا چیز ہوتا ہے جبکہ ہمارا تو کوئی قومی دھارا نہیں ہے۔ ہم قومی دھارا جانتے ہی نہیں ہمارا دھارا صرف اسلامیت کا دھارا ہے ہمارا قومی دھارا ہے یا غیر قومی' وہ اسلام اور اسلامیت ہی کا ہے۔ ہمارا منصب دنیا کے اشاروں کو دیکھ کر پالیساں بنانے کا نہیں ہمارا منصب قیادت کا منصب ہے اور امامت کا منصب ہے آپ علماٗ حق وارثین نبوت ہیں نبی کریم ﷺ نے آپ کو امامت اور قیادت کے منصب کا مستحق قرار دیا ہے ہم دنیا کے مناصب اور عہدے ٹھوکروں پر بھی نہیں مارتے چندپارلیمانی عہدے اور ممبری ہماری قیمت نہیں جس شخص کو اللہ اور رسول نے قائد نائب اور وزیر اعظم بنایا ہے اسے کیوں چھوڑ دیا جائے ہم اعلان کیوں نہیں کرتے کہ بس

اب تمہاری سیاست ختم اب تمہارا شیطانی چکر مستقبل میں نہیں چلنے دیں گے۔ اب اللہ اور رسول کے دین کی قیادت کے لئے ہمیں منظم اور ایک ہونا ہوگا بہر حال اس اجتماع کے ذریعے ہم امریکہ کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم آپکے شیطانی منصوبے کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ یہ الجزائر اور ترکی نہیں ہے یہ افغانستان کی ۲۰ لاکھ شہداء کے خون سے مستفید اور مستنیر تحریک ہے۔ ہم نے اس تحریک میں حالیہ ۲۰ سال کے دوران تازہ خون ڈالا ہے۔ تاریخ میں جس کی مثال نہیں ہے آپ اپنا ورلڈ آرڈر اور شیطانی چکر اپنے پاس رکھیں۔ ہم فلسطینیوں کے بچوں کی طرح جو کہ مجبور ہیں غلیلوں سے مقابلہ نہیں کریں گے ہم ایٹم ہم کا مقابلہ ایٹم بم سے کریں گے۔

ع جواب ترکی بہ ترکی دیں گے

اکیلے مقابلہ کرنا آسان نہیں سب کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا:

اسلام دشمن قوتیں حیران ہیں کہ یہ قوت (طالبان) کہاں سے آئی جبکہ پاکستان میں ایٹم بم اور افغانستان میں جذبہ جہاد بھی سامنے آرہا ہے ہم اس (امریکہ) کو پیغام دیتے ہیں کہ اب مقابلہ اتنا آسان نہ سمجھیں ہم آپ کو بھی سوویت یونین کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے پاش پاش کر کے دم لیں گے اللہ کی نصرت اور جہاد کے جذبے سے ہم یہ پیغام دینا چاہتے ہیں پھر میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جنگ بہت بڑی ہے۔ علماً دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے قائدانہ کردار دیا ہے لیکن اس جنگ میں ہم گروہی اور مکتبی تنگیوں میں نہیں پڑیں گے اس میں ہم سب لوگوں کو ساتھ لے کر شانہ بشانہ چلیں گے اس جنگ میں نہ کوئی بریلوی' نہ کوئی دیوبندی' نہ کوئی اہلحدیث' نہ کوئی غیر اہل حدیث ہوگا۔ ہم ان سب کو سینے سے لگا کر ساتھ چلیں گے اور ایک دینی قوت کی طرح ایک مٹھی ہو کر ان شاء اللہ جنگ لڑیں گے ہمارے مسلکی اور علمی اختلافات ہیں اور ہمارے سیاسی اختلافات بھی ہیں لیکن جب وقت آئے گا بڑے دشمن کے مقابلے میں ہم ان شاء اللہ ایک مٹھی ہوں گے ہم فرقہ واریت کے قائل نہیں ہیں ہم یکجہتی کے قائل ہیں اور وہ پیغام انشاء اللہ دنیا کو پہنچ رہا ہے ہم نے افغانستان کے بارے میں تجربہ کیا طالبان کے بارے میں مختلف خیالات تھے مسئلہ آیا امریکہ کے ظلم وجبر کا اور پابندیاں لگانے کا میں نے سب (جماعتوں) کے سامنے دامن پھیلایا کہ یہ صرف طالبان کا مسئلہ تو نہیں ہے طالبان کا جرم یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں وہاں اسلامی نظام قائم ہو رہا ہے ابھی اسی اسلامی نظام کے ابتدائی خدوخال ہیں مکمل ہے یا نہیں ہے آپ کو اس سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے لیکن دشمن کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا اسلامی نظام تہس نہس ہو۔ آپ سب مل کر ایک ہو جائیں' دنیا نے دیکھا کہ اللہ نے جامعہ حقانیہ میں تمام دینی جہادی قوتوں کو اکٹھا کر دیا اور سب نے ناچیز کی صدا پر لبیک کہہ کر کہا کہ ہم افغانستان کے بارے میں ایک ہیں۔

کشمیر، اسامہ بن لادن، ملا عمر اور طالبان، پاکستانی طلبہ اور قوم کو کانفرنس کا پیغام :

ہم اس کانفرنس کے ذریعے سے کشمیر کے مسلمانوں کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ اکیلے نہیں ہیں ہم اسامہ بن لادن عظیم مجاہد کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ تخریب کار نہیں ہیں آپ دہشت گرد نہیں ہیں آپ مجاہد اسلام ہیں اور آپ پوری امت مسلمہ کے ہیرو ہیں آپ کا مسئلہ صرف آپکا یا نہ صرف طالبان کا نہیں ہے وہ پورے ملت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔

ہم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ اسلامی نظام کے بارے میں جیسے ڈٹے ہوئے ہیں اسی طرح ڈٹے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق دے آپ ہمارے لئے نمونہ ہیں آپ پورے عالم اسلام کے لئے نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بن سکتے ہیں کبھی ملا عمر اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھے۔ کفر سب آپکے خلاف ہے لیکن امت مسلمہ کے سوا ارب مسلمانوں کے دل آپ کے لئے دھڑک رہے ہیں۔ ہم پاکستان کے عوام کو پیغام دیتے ہیں کہ ان سیاستدانوں سے خدا کیلئے اپنی توقعات اب ختم کر دیں اور پاکستان کے نوجوانوں کو یونیورسٹیوں، کالجوں اور مدارس کے طالبان کو اسلامی انقلاب کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کا پیغام دیتے ہیں۔ ہم پاکستان میں طالبان کو مدارس تک محدود نہیں سمجھتے ہیں بلکہ یونیورسٹیوں کالجوں، سکولوں کے سٹوڈنٹ کو بھی طالبان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ اس ملک میں اسلامی انقلاب سیاستوں سے نہیں آئے گا۔ میں خود تقریباً بیس سال تک پارلیمنٹ کا حصہ رہا اور یہ جنگ بھی علمائے دیوبند نے لڑی۔ ختم نبوت، قادیانیت آئین کا دستور وغیرہ کا فیصلہ اب آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔

دیوبندیت کے عناصر اربعہ :

بہر حال میرے دوستو! آج آپ کو دار العلوم دیوبند کی تعلیمات آپ کو منتقل ہوں گی اور دار العلوم دیوبند کی تعلیمات کیا ہیں چار چیزیں ہیں عناصر اربعہ ایک توحید و سنت دیوبند نے توحید و سنت کی دعوت دی اختلافی مسائل کو بالائے طاق رکھا۔ اختلافی مسائل ہمارے مخالفین نے ابھارے ہماری دعوت صرف توحید و سنت ہیں اور دوسری اتباع سنت دیوبند سارا اتباع سنت میں ڈوبا ہوا ہے تیسری چیز تعلق مع اللہ روحانیت اللہ کا ذکر و فکر، روحانیت اور مراقبوں اور تصوف کے ذریعے وابستگی اور چوتھی چیز جو اہم ہے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے سر بکف سر بلند جو آپ کہتے ہیں اعلا کلمۃ کے لئے جہاد، توحید و سنت، اتباع سنت اور تعلق مع اللہ اور جہاد یہ عناصر اربعہ ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کسی نے ایک عنصر کو چھوڑا تو وہ پورا دیوبندی نہیں بن سکتا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قارئین الحق کیلئے اطلاع

جیساکہ آپ کے علم میں ہوگا کہ مہنگائی کی شدید لہر نے زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا ہے تازہ اقدام کے طور پر حکومت نے ڈاک سے وابستہ تمام متعلقات بھی مہنگے کردئے ہیں۔ ماہنامہ الحق جو پچھلے چند سالوں سے اشتہارات کی بندش اور اعزازی رسالوں کی بہتات کی وجہ سے شدید مالی مشکلات کا شکار ہے ڈاک کی مہنگائی اور طباعت کے اخراجات اور کاغذ کی قیمت میں کئی گنا اضافہ سے اس پر بھی کافی اثر پڑا ہے اس لئے ہم مجبوراً اس کی قیمت میں پانچ روپے اضافہ کررہے ہیں ۔امید ہے کہ قارئین علم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس اضافہ کو بوجھ محسوس نہیں کریں گے۔ اگرچہ کافی عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی مگر ہم قارئین پر بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے تھے لیکن اب ادارہ اس کا مزید متحمل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے تازہ شمارہ نئے نرخوں پر قارئین کو بھیجا جائے گا۔

نیا نرخ نامہ درج ذیل ہے' **قارئین نوٹ فرمالیں**

پاکستان میں سالانہ چندہ = ۲۰۰روپے ____ فی شمارہ ۲۰ روپے

بھارت ________ ۴۵۰روپے __ ہوائی ڈاک ۶۵۰ روپے

بنگلہ دیش _____ ۵۵۰روپے

ایشیا' مشرق وسطیٰ مشرق بعید' افریقہ' یورپ و خلیجی ممالک ____ ۱۵ امریکی ڈالر

امریکہ' کنیڈا' آسٹریلیا ________ ۲۰ امریکی ڈالر

امجد بٹ، مری

قرآنِ عثمانی

خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ قرآن جس کی تلاوت کے وقت انہیں شہید کیا گیا تھا روس کے مشہور پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) میں محفوظ ہے یہ نسخہ وہاں کیسے پہنچا اس کی ایک بہت لمبی داستان ہے قرآن حکیم کے اس نسخے کے بارے میں انکشاف تاشقند سے عالمی زبان اسپرانتو میں چھپنے والے ماہانہ میں ایک تحقیقی مقالے میں کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ایک ازبک خاتون Dinara Hzievo اور ماہر شرقیات B.V Laniin نے لکھا ہے یہ نسخہ سلطنت عثمانیہ کے خلیفہ دوئم کے زمانے میں تاشقند لایا گیا تھا۔

30 مئی 1869 کو ضلع زرفشاں (جس میں سمرقند کا روسی مقبوضہ بھی شامل ہے) کے حاکم نے اعلیٰ حکام کو ایک خط پیش کیا جس سے پتہ چلا کہ سمرقند کی ایک مسجد میں ایک ایسا قرآنی نسخہ رکھا ہوا ہے جس کا تعلق انتہائی قدیم دور سے ہے۔ روایات کے مطابق اس کا تعلق فاتح اول محمدؐ سے ہے۔ حاکم نے مزید بتایا کہ جب ہم نے سمرقند کا محاصرہ کیا تو یہ قرآنی نسخہ چھپا لیا گیا، مگر بعد ازاں اسے "مسجد خواجہ احرار" میں منتقل کر لیا گیا۔ حاکم میجر جنرل ابراموو نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ سمرقند کے لوگوں اور یہاں آنے والے غیر ملکی سیاحوں کے باعث اس قرآنی نسخے نے خصوصی عالمی توجہ حاصل کر لی۔ کچھ کٹر ملاؤں نے اسے بخارا لے جانے کا منصوبہ بنا لیا جو ان کے لئے بہت آسان تھا مجھے بروقت اطلاع مل گئی لہٰذا اس احتیاط کے پیش نظر کہ علمی دلچسپی کی یہ بیش قیمت چیز ہمارے ہاتھوں سے لے کر کوئی فرار نہ ہو جائے میں نے میجر Serov کو ہدایات دیں کہ نتیجہ نکلنے تک اس معاملے پر گہری نظر رکھی جائے اور اگر ممکن ہو تو مسلمانوں کا دل دکھائے بغیر اس نسخے کو خرید لیا جائے۔

سارجنٹ میجر Serov کی رپورٹ کے مطابق درج ذیل باتیں سامنے آئیں۔

۱۔ یہ قرآن پاک جو ابھی تک مسجد "خواجہ احرار" میں رکھا ہوا ہے اس کی ملکیت نہیں ہے لہٰذا غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ اسے امیر سلطنت کے خزانے میں جمع کروا دیا جائے۔

۲۔ اب اس کے رسم الخط کے باعث یہاں کے مسلمانوں اور خود مسجد کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ صدیوں پہلے اکثر قاری اسے استعمال کرتے لیکن بعد ازاں صرف مسلم سربراہان اپنے سمرقند کے دوروں کے دوران اس کی تلاوت کرتے (یاد رہے کہ پاکستان کے سابق صدر فیلڈ مارشل ایوب خان اسی قرآن کریم کی ایک کاپی اپنے دورۂ تاشقند سے واپسی پر پاکستان کے لئے بطور ہدیہ لائے تھے۔)

۳۔ اس قرآنی نسخے کو خط کوفی کے باعث اب کوئی نہیں پڑھ سکتا اور یہ کئی صدیوں سے یہاں بغیر استعمال کے پڑا ہے۔

۴۔ اور مذکورہ مسجد کے اماموں نے خود تجویز دی ہے کہ اگر اس (میجر Servo) کو اس کی ضرورت ہے تو وہ یہ لے جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا خط میں جنرل ابراموو لکھتا ہے کہ سمرقند میں محفوظ نسخے پر میں نے یہ مختصر نوٹ لکھا تھا کہ "میں یہ ہدایات حاصل کر رہا ہوں کہ اس قرآن کے نسخے کے ساتھ اب میں کیا کروں یعنی یہ کس کو پیش کروں یا بھیجوں" معروف ماہر شرقیات B.V. Iunin اپنی کتاب Central Asia in pre-revolutionary and Sovet Orientology مطبوعہ "Nauka" Pub: House Uzbek SSR, Tashkent 1965) میں اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

"قرآن کی دستیابی کے حالات جیسا کہ ابراموو کے خط میں بیان کئے گئے ہیں کا تعلق دل کی گواہی ایمان ضمیر پر منحصر ہے اور یہ بات بھی پیش نظر رکھی جائے کہ ابراموو خود بیان دے رہا ہے کہ روسیوں کے سمرقند فتح کرنے کے وقت یہ قرآن چھپا لیا گیا تھا اور یہ واقعہ تو بعد کا ہے کہ اسے مسجد خواجہ احرار میں دوبارہ منتقل کر دیا گیا۔ جنرل ابراموو کی ان تمام وضاحتوں کے باوجود جن کے باعث اس نے یہ قرآن تلاش اور حاصل کیا اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اس نے ایسا کیا ہے درج بالا خط میں حکام بالا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ دلچسپ، اہم اور علمی چیز ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہو جائے۔

ایک بار پھر قرآن عثمانی روسی ماہر شرقیات A.L Kuhn کی تحویل میں چلا جاتا ہے۔ وہ ترکستان کے گورنر جنرل K.P. Kauffmann کے نام 21 اکتوبر 1869 کی اپنی رپورٹ لکھتا ہے :

"اس قرآن کے متعلق مذکورہ روایات کے مطابق (جو کہ مولانا عبدالجلیل اور مولانا محسن مفتی نے بیان کیں، مذکورہ مسجد میں خدمات انجام دیں اور یہ نسخہ سارجنٹ Serov کے حوالے کیا) میں عزت مآب کی خدمت میں مزید پیش رفت اور غور و فکر کیلئے پیش کرتا ہوں"

موصوف اپنے نوٹ میں مزید لکھتا ہے "قریباً چار سو برس پہلے کی بات ہے تاشقند میں ایک پیر خواجہ عبیداللہ المعروف احرار رہتے تھے ان کے والد خواجہ محمود تاجر تھے انہوں نے اپنے صاحبزادے کے عارفانہ استغراق اور مختلف ریاضتی میدان دیکھتے ہوئے انہیں اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ عبیداللہ کی عمر کے ساتھ ساتھ عارفانہ شہرت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ 20 سال کی عمر میں وہ سلسلہ نقشبندیہ کے توحید پرست پیروکار پیر شیخ محمدی نامی کے مرید بن گئے۔ اپنے پیر کی وفات پر خلیفہ کی حیثیت سے عبیداللہ احرار نے تمام امور اپنے ہاتھ میں لے

لئے۔ ایک دفعہ جب انہیں زندگی میں ہی جانشین پیر تسلیم کر لیا گیا۔ ان کے مریدوں کے چند گروہ حج پر گئے رواج کے مطابق ہر حاجی مختلف تبرکات، تسبیحاں اور جڑی بوٹیاں وغیرہ اپنے ہم وطنوں کو دینے کے لئے لاتا ہے۔ حج سے واپسی پر خواجہ احرار کے ایک مرید نے روم کا دورہ کیا اس وقت ریاست روم (ترکی) کا خلیفہ بہت بیمار تھا اور کوئی مقامی طبیب اس کا علاج نہ کر سکا ناامید ہو کر طبیبوں کی درخواست پر قریبی ریاستوں سے ڈاکٹر بلائے گئے۔ اسی اثنا میں روم میں چرچا ہو چکا تھا کہ ترکستان کے ایک مرید کے روحانی علاج میں بہت شفا ہے۔ خلیفہ نے یہ سنتے ہی اس مرید کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ احرار کے مرید کو بہت شان و شوکت سے لایا گیا جس نے کلام پاک اور عبادت کے ذریعہ خلیفہ کا علاج شروع کیا ابھی تین روز نہیں گزرے تھے کہ خلیفہ کی طبیعت سنبھل گئی اور جب وہ مکمل صحت یاب ہو گیا تو اس نے مرید کے لئے حکم دیا کہ اسے منہ مانگا انعام دیا جائے۔ لہٰذا جو چاہے مانگو "قرآنِ عثمانی" کی موجودگی کا تذکرہ کافی عرصہ تک ترکستان کے طول و عرض میں چلا آرہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نسخہ خلیفہ روم کے خزانے میں محفوظ تھا۔ مرید نے ممنونِ خلیفہ سے بدلے میں اس نسخے کی فرمائش کر دی اس فرمائش نے خلیفہ کو پریشان کر دیا وہ اس نسخے کو خود سے الگ نہیں کرنا چاہتا تھا اور شاید وہ یہ فرمائش پوری نہ کرتا لیکن وزراء اور فقاء نے خلیفہ کو یہ تجویز پیش کی کہ اپنے قول سے پھرنا خلیفہ وقت کے لئے مناسب نہیں ہوگا آپ نے مرید کو انعام کے انتخاب کا حق دیا ہے، ہماری تجویز ہے کہ آج یہ نسخہ دے دیں ہم تین یا چند دنوں میں اسے واپس خرید لیں گے۔ خلیفہ نے قائل ہو کر نسخہ قرآن دینے کا حکم جاری کیا۔ قرآن الحکیم ملتے ہی مرید نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے ایک ہم وطن کے ہاتھ چپکے سے پیر احرار کے لئے روانہ کر دیا۔ وزراء نے 'جو خلیفہ سے قرآن کی واپسی کا وعدہ کر چکے تھے' مرید کی چاپلوسی شروع کر دی اور جب تیسرا روز آیا تو مرید کو نسخہ قرآن کے بدلے لاتعداد قیمتی جواہرات اور دولت کی پیش کش کی لیکن مرید نے انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے درخواست پوری کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ نسخہ فوراً ہی اپنے آبائی وطن بھجوا چکا تھا۔ یہ خبر سن کر خلیفہ روم غمگین ہو گیا فوراً ہی حکم دیا گیا" ہر جگہ پیغام بھجوا کر نسخہ قرآن واپس منگوایا جائے" لیکن سب بے سود رہا۔ تین روز میں تو یہ نسخہ بہت ہی دور لے جایا جا چکا تھا۔ تلاش کے باوجود کوئی نشانات نہیں ملے۔ پہلے تو خلیفہ اس واقعہ سے بہت مایوس اور نڈھال ہو کر رہ گیا لیکن بعد ازاں اسے اپنی کسی ناانصافی کا نتیجہ اور اللہ کی رضا جان کر دل پر پتھر رکھ لیا۔ اس نسخہ قرآنی کی دستیابی کے باعث خواجہ احرار کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا کئی سال تک تاشقند میں یہ نسخہ ان کی تحویل میں رہا پھر وہ نیکی اور بھلائی کے کاموں کے لئے عازم سمرقند ہوئے جہاں انہوں نے مدرسہ، مسجد اور "قرآنِ عثمانی" جیسا عظیم ترکہ چھوڑا۔ خواجہ احرار نے 80 سال کی عمر میں انتقال کیا اور اپنی بنائی گئی مسجد میں دفن ہوئے ان کی اولاد کو اب پیر تسلیم کیا جاتا ہے۔

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ قرآنی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ تاریخ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انہیں اپنی قیام گاہ پر اس وقت بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا جب وہ اس قرآن حکیم کی تلاوت کررہے تھے مخالفین نے ہجوم کو اس جرم اور بد سلوکی کے لئے بہکایا تھا۔ اس نسخے پر آج بھی حضرت عثمانؓ کے خون کے دھبے موجود ہیں اس نسخے کی جلد پر حضرت عثمانؓ کے ہم عصروں کی تصدیق اس نسخے کے اصلی اور معلومات درست ہونے کی واضح دلیل ہے لیکن چشم دید گواہوں کی یہ تصدیق وقت گزرنے اور نسخے کے لگاتار استعمال سے مٹتی چلی گئی اور آخر کار جب جلد گندی ہوتی رہی تو رفتہ رفتہ یہ ضائع ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایسے لوگ ترکستان میں موجود تھے جنہوں نے اس قرآن کی جلد پر مذکورہ نقش دیکھے تھے لیکن یہ واقع تو قریباً تین سو سال پہلے کا ہے "قرآن عثمانی" 12 سو سال پرانا خیال کیا جاتا ہے جسے مقامی طور پر "کلام شریف" کہا جاتا ہے۔ سمرقند پر روسی یلغار کے فوراً بعد ماہر شرقیات A.L Kunon نے 24 ستمبر 1869 کو مسجد خواجہ احرار کے علماً (مولانا عبدالجلیل اور مولانا محسن مفتی) کے بیانات کی بنیاد پر "قرآن عثمانی" پر جو نوٹ لکھا تھا یہ اس کا اختتام ہے۔ لکھے گئے نوٹ کی کاپی پر A.L Kunon کی تحریر میں اس وقت کے سرکاری محافظ خانے سے بعد کا نوشتہ دریافت ہوا ہے جس پر لکھا ہے "قرآن عثمانی" پر نوٹس لکھنے کے بعد یہ مشہور قرآن امیر سلطنت خواجہ یحییٰ کے نمائندے کو دکھانے کا موقع ملا اس مسودے پر نظر ڈالتے ہی مرحوم نے "قرآن عثمانی کو پہچان کر اصل ہونے کی تصدیق کردی کہ یہ ان کی اپنی تحریر میں محفوظ ہے اور اس پر انہی کے خون کے دھبے ہیں۔ خواجہ موصوف نے مزید وضاحت کی کہ یہ اصل نسخہ ہے اور اس کی کاپیاں اسلامی ممالک کو بھیج دی گئی ہیں۔ بعد ازاں موصوف نے بتایا کہ علمی دولت کا یہ واحد قلمی نسخہ ہے جو تیمور کے زمانے میں سمرقند میں محفوظ کیا گیا۔ یہ قرآن Tamerlane لائبریری میں رہا اور سب سے زیادہ دیدہ زیب تھا، جسے تیمور خود لایا تھا۔ خواجہ موصوف کے یقینی بیان کے مطابق اس لائبریری کی باقی کتابیں (تیمور کی کامیابیوں کے دوران) خانہ جنگی اور خونی انقلاب میں تباہ و برباد ہوگئیں۔

24 اکتوبر 1869 کو روس کے وزیر تعلیم کے نام جنرل Kaufman نے ایک تحریر پیش کی جس میں نسخے کی دستیابی کی کہانی بیان کرنے کے بعد اسے شاہی پبلک لائبریری، پیٹرزبرگ کو تحفہ دینے کی اجازت چاہی۔ بعد ازاں یہ اجازت دے دی گئی۔ عطیے سمیت یہ نسخہ پیٹرزبرگ لائبریری میں بھیج دیا گیا۔

معروف علماً اور ماہرین شرقیات نے اس عظیم سائنسی اہمیت کے حامل "قرآنِ عثمانی" کو سراہا اور یہ تاکید کی گئی کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری کے مسودات کے مجموعے میں کوئی رسم الخط کا یہ قرآن عظیم انفرادیت اور کامیابی کا حامل ہے۔ مکمل نمونے الگ الگ پوری دنیا میں پھیلا دیئے گئے ہیں۔ "قرآن عثمانی" اسلامی طرز تحریر کا سب سے قدیم اور قیمتی یادگار کے طور پر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

روس میں حضرت عثمانؓ کے سلسلے میں پہلا تفصیلی مطالعہ روسی ماہر شرقیات اور مصر میں موجود روسی سفار تکار Alexi Shabunin کی کوششوں کا مرہون منت ہے جو اپنی تصنیفات Kufic Korans کے باعث خاص شہرت رکھتے ہیں۔ القرآن الحکیم کا یہ نسخہ 68x30 سینٹی میٹر سائز کے 353 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ تحریری متن 50x44 مربع انچ پر پھیلا ہوا ہے۔ سوکھے ہوئے موٹے چمڑے کو کاغذ کے طور پر استعمال کیا گیا جو کہ ایک طرف سے انتہائی ملائم اور چمکیلا ہے جبکہ دوسری طرف سے آخر پر کہیں کہیں شکن اور مسام دار ہے۔ مسودے میں 68 مقام پر حروف علت (زیر' زبر' پیش) مٹ چکے ہیں۔ ضائع شدہ اور پھٹے ہوئے صفحات کی جگہ ایسا کاغذ استعمال کیا گیا جو اصل چمڑے جیسا ہی لگتا ہے۔ کئی جگہ بعد میں پیوند لگائے گئے ہیں۔ یہ نسخہ خط کوفی کے واضح اور دلکش انداز میں لکھا گیا ہے جو ہر زاویئے سے برابر نظر آتا ہے کہیں سے نوکیلا یا موٹا پتلا نہیں۔ پورے مسودے میں سطروں کی یکسانیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ دوران مطالعہ اس بات کا خاص مشاہدہ کیا گیا کہ یہ نسخہ قرآنی اپنی قدامت اور مسلم حیثیت کے باعث غیر معمولی توجہ کا مستحق ہے اس پر اصلاح اور بہتری کے لئے کی جانے والی نشانیاں موجود تھیں۔ کیونکہ بہت پہلے کسی کاتب نے کانٹ چھانٹ اور اصلاح کی کوشش کی تھی۔

اس قرآنی نسخے کی عمر کے پیش نظر اس کی خطاطی اور املا کی خصوصیات کا بہت تحقیقی اور تقابلی و لسانی مطالعے سے حساب لگایا گیا ہے علما اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کا زمانہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کا ہو سکتا ہے لیکن کچھ نشانیاں اس سے بھی پہلے کے زمانے کی یعنی دوسری صدی کے آغاز کی ہیں۔ اس نسخے کی دستیابی کا علاقہ اور ماخذ عراق بتایا جاتا ہے۔ یہ بیان بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ اس مسودے سے ملتا جلتا خط کوفی میں لکھا ہوا قدیم نسخہ مکہ میں رکھا ہوا ہے۔

1905 میں قرآن عثمانی کے اس نسخے کو ہو بہو پیٹرزبرگ (موجودہ لینن گراڈ) میں دوبارہ طبع کیا گیا۔ اسی وقت کا پریس لکھتا ہے "اگرچہ اس کی طباعت کاروباری مفادات سے محروم رہنے کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی تکنیکی اعتبار سے اس کی طباعت دیدہ زیب ہے لیکن اس کی اسی خوبی نے اس ارزاں' غیر معمولی یادگار اور بڑے پیمانے پر تحقیق اور حصولی کے قابل بنادیا ہے" ترکستان میں "قرآن عثمانی" کی فروخت کے باعث حکام کو دوسرے مشرقی مسودات کی نسبت اس کی تحقیق و ترسیل کے لئے خصوصی فنڈ مختص کرنے پڑے لہذا 23 اکتوبر 1869 کو گورنر جنرل Kaufman نے زرفشاں کے ملٹری ڈسٹرکٹ کمانڈر کو تحقیق کے لئے 5 مشرقی مسودات کی کاپیاں یہ لکھ کر روانہ کیں۔ "کہا جاتا ہے کہ بخارا اور سمرقند اسلامی دنیا کے تعلیمی اور تحقیقی مراکز چلے آئے ہیں۔ ان شہروں کی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مشرقی نوادرات و مسودات کا جو مجموعہ یہاں محفوظ ہے وہ غیر معمولی نوعیت کا حامل ہے۔ (باقی ص ۵۳ پر)

اکرام اللہ جان قاسمی *

مملکت اسلامیہ پاکستان میں عیسائی مبلغین کا شفائیہ اجتماع اور اسلام کا نقطہ نظر

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات (Complete Code of Life) جو زندگی کے ہر شعبہ ہر مرحلہ اور ہر مشکل میں مکمل راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے اسلام سے قبل کے تمام مذاہب چند عبادات اور مذہبی رسوم تک محدود تھے اور اس کے علاوہ زندگی کے دیگر شعبوں مثلاً سیاست' معاشیات' معاملات اور معاشرت و مدنیت کے اکثر پہلوؤں کے بارے میں یکسر خاموش نظر آتے ہیں بلکہ بعد میں عیسائیت نے تو آکر واضح طور پر دین و دنیا کے الگ الگ ہونے کا تصور دیا اس دین میں کسی کے لئے جائز نہیں تھا کہ کسی دینوی مسئلے کا حل اپنے دین میں تلاش کرتا چنانچہ کلیساء نے اس اصول کا بر ملا اعلان کیا کہ "کلیساء کو کلیساء کا حق دو اور قیصر کو قیصری کا" گویا دونوں کے راستے بالکل جدا جدا تھے اس اصول کا ماخذ موجودہ انجیل کی یہ عبارت تھی جس میں حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا تھا کہ "قیصر (بادشاہ) کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟ یسوع نے ان کی شرارت جان کر کہا کہ اے ریاکارو! مجھے کیوں آزماتے ہو؟ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ وہ ایک دینار اس کے پاس لے آئے۔ اس نے ان سے کہا یہ صورت اور نام کس کا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا قیصر کا۔ اس پر اس نے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو (انجیل متی ۲۲: ۱۷تا ۲۱)

انجیل کی ان آیات کا پس منظر یہ تھا کہ یہود علماً حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے وہ ایسے سوالات کرتے جس سے حضرت عیسیٰؑ کو پھانسنے کی کوشش کرتے۔

مذکورہ سوال میں بھی یہ شرارت چھپی ہوئی تھی کہ اگر عیسیٰؑ بادشاہ کے حکم کے خلاف فتویٰ دیں گے کہ ان کو جزیہ نہ دیا جائے تو ان کے خلاف بادشاہ کے ہاں بغاوت کا مقدمہ درج کرا دیں گے اسلئے حضرت عیسیٰؑ نے

* نائب مہتمم جامعہ البنات الاسلامیہ' سرڈھیری چارسدہ۔

فرمایا" مجھے کیوں آزماتے ہو"۔ یہاں ہم اس بحث کی طرف جانا نہیں چاہتے کہ اس وقت قیصر (بادشاہ) یہودی تھا اور اس کی نظر میں عیسائی کافر تھے لہذا ان کے اوپر جزیہ لگادیا تھا۔ اب جب عیسیٰؑ بحثیت نبی تشریف لائے تو چاہیے تھا کہ اپنی امت کو اس ظالمانہ ٹیکس کی ادائیگی سے روکتے چہ جائیکہ اس کی ادائیگی کا حکم کرتے ہیں انجیل کی مذکورہ آیات کے پیش نظر حضرت عیسیٰؑ نے جہاں دین و دنیا کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچ دی ہے وہاں جزیہ کی ادائیگی کا حکم دے کر اپنی امت کو نافرمانوں میں بھی شمار کیا ہے کیونکہ جزیہ کافر ادا کرتے ہیں تاہم قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ طنز نہ تو حضرت عیسیٰؑ پر کیا جارہا ہے اور نہ اصل انجیل پر کیونکہ وہ مبارک ہستی اور وہ سچی کتاب دونوں ان لغویات سے پاک تھیں یہ طنز دراصل موجودہ انجیل پر ہے جو تحریف و تبدیل کے باعث خرافات اور تضادات کا مجموعہ بن چکی ہے۔

اس کے برعکس جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں فرد کے ذاتی مسائل سے لے کر عالمی سیاست کے مسائل تک اور قدیم سے لے کر قیامت تک کے مسائل کا حل موجود ہے اس دین نے نہ صرف انسان کو عبادات کا حقیقی نظام دیا ہے بلکہ معاشرت، معاملات، معاشیات اور سیاست و سیادت کے وہ رہنما اصول دیئے ہیں جن کی نظیر سابقہ ادیان و مذاہب میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ اس بات کا اعتراف خود عیسائی مفکرین کو بھی ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے شہرہ آفاق ادیب، فلسفی اور ماہر تعلیم سر تھامس کارلائل (Sir Thomas Carlyle) (۱۷۹۵ء تا ۱۸۸۱ء) نے جب اسلام کا گہرا مطالعہ کیا اور اپنی معرکۃ الآراء کتاب "Hero and Hero Worship" (مشاہیر اور مشاہیر پرستی) لکھی تو انہوں نے اسلام کی حقانیت اور سابقہ مذاہب کی فرسودگی کا برملا اظہار کیا یہاں تک کہ عیسائیت کے بارے میں لکھا کہ "ایک گال پر تھپڑ لگے تو دوسرا گال آگے کردو" والا اصول ہر دور میں نہیں چل سکتا لیکن اسلام کا "آنکھ کے بدلے اور ناک کے بدلے والا اصول ہر دور میں چل سکتا ہے"

جب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام تمام انسانی مسائل و ضروریات کا حل پیش کرتا ہے تو ضروری ہے کہ اس میں انسان کی اہم ضرورت "صحت" کا بھی خیال رکھا گیا ہو اور اس میں انسان کو لاحق ہونے والے امراض کے لئے شفا کا عنصر بھی موجود ہو چنانچہ اس حوالہ سے جب ہم قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کچھ واضح اصول، راہنما ہدایات اور دیرپا علاج نظر آتے ہیں، قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے جو مختلف نام دیئے ہیں ان میں ایک "شفاً" کا نام بھی دیا گیا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ سورۃ فاتحہ ہر بیماری کیلئے شفا ہے۔ قرآن کریم میں ہے وشفأ لما فی الصدور ۔ یہ قرآن کریم باطنی امراض کا علاج ہے۔ (یونس ۵۷)

دوسری جگہ ہے:

و ننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمة للمومنين (بنی اسرائیل ۸۲)
"قرآن کی کچھ آیات ہم نے وہ نازل کی ہیں جو مومنوں کیلئے شفااور رحمت ہیں"

ایک جگہ ارشاد ہے: قل هو للذين امنوا هدىً وشفأ
"آپ فرمادیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفأ ہے (حم سجدہ ۴۴)

اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بہت سی بیماریوں کے علاج مذکور ہیں حدیث کی کتابوں میں مستقل کتاب الطب اور کتاب الدواء مذکور ہیں نیز مسلم علماً نے طب نبوی پر مستقل اور ضخیم کتابیں لکھی ہیں جن پر عمل کر کے ہر مسلمان روحانی و جسمانی امراض سے نجات حاصل کر سکتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے جامع دین اور روحانی و جسمانی امراض سے شفأ دلانے والی معجز کتاب یعنی قرآن پاک کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی باطل دین کا رخ کرے اور گمراہ لوگوں کے ہتھے چڑھ کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کرے؟ اس سلسلے میں شرعی مسئلہ کی طرف ہم آخر میں آئیں گے پہلے آتے ہیں شفاعیہ اجتماع کے نام پر عیسائیت کے پرچار کی خاطر مذہبی ڈرامہ رچانے کی طرف، مگر اس سے قبل چند ایک اصولی باتوں کو ذہن میں رکھئے۔

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یورپ و امریکہ میں اسلام کی تبلیغ کی آزادی ہے پھر کیوں نہ پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ کی اجازت دی جائے؟ سو گزارش ہے کہ امریکہ و یورپ قانونی لحاظ سے عیسائی نہیں بلکہ سیکولر ممالک ہیں یعنی ان ممالک میں ہر مذہب کی کھلی چھٹی ہے اور ہر مذہب کی تبلیغ کی اجازت ہے جبکہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اس کا سرکاری نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے یہ ملک بیش بہا قربانیوں کے بعد اسی لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں پر خالص اسلامی اصول و قوانین کا نفاذ ہوگا اور اسے دیگر مذاہب و ادیان کی آمیزش سے دور رکھا جائے گا ورنہ ہندوؤں کے ساتھ ہماری اور کوئی دشمنی نہیں تھی لہذا یہاں پر غیر اسلامی مذاہب کی تبلیغ قانونی طور پر ممنوع ہے۔

دوسری بات جس کا ہم نے تجزیہ کرنا ہے یہ ہے کہ شفائیہ اجتماع کے نام پر پشاور، لاہور، ڈیرہ اسماعیل خان اور ملک کے دیگر شہروں میں تبلیغی ڈرامہ رچانے والے عیسائی مبلغین کے ہاتھوں میں واقعی شفأ ہے اور کیا واقعی ان کے ہاتھوں کچھ لوگ شفایاب ہوئے ہیں؟ اس پر بحث کرنے سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاء کرامؑ کو انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے اور ان کے ہاتھ سے چند ایسے واقعات ظہور پذیر فرمائے ہیں جس کے کرنے سے سارے انسان عاجز رہے ہیں ایسے واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے یہ معجزات عموماً ایسے خرق عادت کاموں پر مشتمل ہوتے تھے جن تک رسائی حاصل کرنے کیلئے اس وقت کے انسان باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے نہ پہنچ پائے تھے مثلاً نزول قرآن کے وقت عرب قوم فصاحت و بلاغت

اور زبان دانی میں ضرب المثل تھی یہاں تک کہ اپنے علاوہ دنیا کی دیگر قوموں کو عجم یعنی گونگے کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صورت میں فصاحت وبلاغت کا وہ شاہکار معجزہ نازل فرمایا کہ عرب لوگ سر توڑ کوششوں کے باوجود اس کی پوری نظیر تو کیا اس جیسی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے یہاں تک کہ ان کے فصیح وبلیغ لوگ چیخ اٹھے ما هذا قول البشر یہ انسانی بول نہیں بلکہ رحمانی کلام ہے اور اس وقت سے آج تک کوئی بھی انسان اس کی صوری و معنوی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طب (Medical) کا شعبہ بڑے عروج پر تھا اور اس وقت کے طبیبوں نے سوائے موت' پیدائشی نابیناپن اور برص کے تقریباً تمام رائج الوقت بیماریوں کا علاج دریافت کرلیا تھا۔ سوچا جائے تو موت' پیدائشی نابیناپن اور برص کا علاج آج تک دریافت نہ ہوسکا پھر ان میں موت اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے جس نے ہر حال میں آنا ہے اور اس کا کوئی علاج ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو یہی معجزات دیئے جس سے انسانیت عاجز تھی یعنی مردوں کو زندہ کرنا' مادر زاد اندھوں کو درست اور برص کے بیماروں کو ٹھیک کرنا وغیرہ۔ قرآن کریم میں جہاں ان معجزات کا ذکر ہے وہاں حضرت عیسیٰؑ نے باذن اللہ کے الفاظ فرمائے ہیں یعنی یہ سب کچھ میں اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کے حکم و طاقت سے کرتا ہوں یہ میرا ذاتی کمال نہیں ہے مگر موجودہ انجیل اس کو حضرت عیسیٰؑ کی ذاتی صفت گردانتی ہے پھر ایک قاعدہ کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو معجزات اس لئے عطا فرمائے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر ایمان لائیں گویا اصل مقصود لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے اور معجزات مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ دین کی طرف لانے کے اسباب ہیں نیز ایک اصولی بات یہ ہے کہ انبیاء کرامؑ معجزات کے ذریعہ اپنی ذات کی طرف نہیں بلکہ خدا کی ذات کی طرف دعوت دیتے ہیں تیسری اصولی بات یہ ہے کہ معجزات کا ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے اور نبی کی عمومی زندگی دعوت الی اللہ اور تعلیم دین کے لئے وقف ہوتی ہے جبکہ چاروں انجیلوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ ایک نبی سے زیادہ طبیب و حکیم ہیں وہ معجزہ کے ذریعے ان کے جسموں کو درست کرتے ہیں مگر ان کے ایمان' اعمال اور اصلاح احوال کی فکر نہیں کرتے۔ ہر وقت بیماروں کی ایک بھیڑ ہے کہ ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور اکثر اوقات عیسیٰؑ ان سے چھپتے پھرتے ہیں یا جس مریض کو تندرست کردیں اس سے کہتے ہیں کہ کسی اور کو تو مت بتانا ظاہر ہے یہ خرافات انجیلوں میں بعد میں شامل کئے گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کا بیماروں کا شفا بخشنے سے متعلق بحث میں جملہ معترضہ کے طور پر ایک علمی لطیفہ کا ذکر کرنا قارئین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا یہ علمی لطیفہ جو کہ ایک حقیقت ہے عیسائیوں کے فراڈ' دین میں خیانت اور انجیل میں تحریف کی بدترین اور بھونڈی مثال ہے۔ ہوا یوں کہ شفائیہ ڈرامہ کے دنوں میں ان عیسائی مبلغین نے ایک اشتہار پر انجیل کی کچھ آیتیں مع حوالہ کے لکھ دی تھیں جن میں عیسیٰؑ کی شفاء بخشی کی بحث تھی۔ میں نے

بغرض تحقیق انجیل کی مذکورہ جگہ دیکھی تو وہاں ایک واقعہ مذکور تھا۔ واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ بقول موجودہ انجیل کے یوحنا یعنی حضرت یحییٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت عیسیٰؑ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر نبی آخری پیغمبر یعنی خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے انتظار میں رہتا تھا اور آپ کی ملاقات کا خواہش مند ہوتا تھا۔ جب حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی آمد اور ان کے معجزات کے بارے میں سنا تو شبہ ہوا کہ شاید یہ نبی آخر الزمان ہوں اسلئے تحقیق احوال کیلئے اپنے شاگردوں (صحابہ) کو بھیج کر دریافت کیا کہ کیا نبی آخر الزمان آپ ہیں جس کے ہم منتظر تھے یا ابھی وہ نہیں آئے تاکہ ان کا انتظار کیا جائے ؟ حضرت عیسیٰؑ نے موضوع سے بالکل ہٹ کر یہ جواب دیا کہ دیکھو میں اندھوں کو ٹھیک کرتا ہوں، لنگڑوں، کوڑھیوں اور بہروں کو تندرست کرتا ہوں۔ جاؤ یوحنا کو یہی پیغام دو۔ ذرا سوچئے کیا نبی کی یہ شان ہے کہ وہ سوال کچھ اور جواب کچھ دے یا نبی حقیقت چھپانے کیلئے بات گول مول کر دیتا ہے یا کیا نبی اپنے بیان میں مخاطب کو دھوکہ دیتا ہے ؟ نہیں، ہرگز نہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ عیسیٰؑ نے پوری وضاحت کے ساتھ کہہ دیا ہوگا کہ میں نبی آخر الزمان نہیں ہوں بلکہ وہ میرے بعد آنے والے ہیں لیکن چونکہ اس عبارت سے عیسائیت کی پوری عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے لہذا عیسائیوں نے یہاں سے اصل جواب حذف کر دیا ہے اور دور کی کڑی ملا دی ہے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اب انجیل کی اصل عبارت ذیل میں ملاحظہ کریں۔ یقیناً اس فراڈ کو آپ بھی صاف محسوس کریں گے اور انکی روایتی عیاری و مکاری کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ انجیل لوقا میں ہے :

"اور یوحنا (یحییٰؑ) کو اس کے شاگردوں نے ان سب باتوں کی خبر دی (یعنی حضرت عیسیٰؑ کی آمد اور معجزات) اس پر یوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بلا کر خداوند (عیسیٰؑ) کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ انہوں نے اس کے پاس آکر کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے نے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں ؟ اسی گھڑی اس نے بہتوں کو بیماری اور آفتوں اور بری روحوں سے نجات بخشی اور بہت سے اندھوں کو بینائی عطا کی۔ اس نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا ہے جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں لنگڑے چلتے پھرتے ہیں کوڑھی پاک وصاف کئے جاتے ہیں، بہرے سنتے ہیں، مردے زندہ کئے جاتے ہیں" (انجیل لوقا ۷ : ۱۸ تا ۲۲)

حضرت عیسیٰؑ کو ودیعت کردہ مذکورہ معجزات کی بنا پر عیسائی مبلغین اب اپنے آپ کو زمانہ کے قدیم حکیم و طبیب کہلاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰؑ کے جانشین خیال کرتے ہیں مگر وہ یہ بھول گئے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ تشریف لے گئے ہیں تو ایک متعصب یہودی پولوس (سینٹ پال) جس نے ساری زندگی

حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت میں گزاری تھی عیسائیت کا لبادہ اوڑھ کر عیسائیت کا ستیاناس کر دیا اس نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا بنایا' روح القدس کو خدا کے ساتھ خدائی میں شریک کیا اور تثلیث کا پیچ در پیچ سمجھ نہ آنے والا عقیدہ ایجاد کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات یکسر ختم کر کے اس کی جگہ بے شمار بدعات و خرافات کو رواج دیا۔ آج کے عیسائی مبلغین دوسروں کا علاج کیا کریں گے وہ بیچارے خود بیمار اور محتاج ہیں۔

اب سنئے شفائیہ اجتماع کا ڈرامہ۔ جو لوگ وہاں گئے ہیں ان کی زبانی سنا کہ اصل مقصد عیسائیت کی تبلیغ تھی کہ جب مریض ان کے پاس جاتے سب سے پہلے ان کو عیسائیت کی تعلیم دیتے' حضرت عیسیٰؑ کو نجات دھندہ اور شفا دھندہ بتلاتے۔ تثلیث کا عقیدہ بتاتے اور یہ کہ زمین و آسمان کا سارا تصرف حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں میں ہے۔ بعض مریضوں کو بلا کر ان سے یہ کفریہ اور شرکیہ کلمات سٹیج پر کہلواتے کہ یسوع مسیح شفاء دینے والا اور نجات دھندہ ہے وغیرہ۔ پھر اس سلسلے میں سب سے بڑا فراڈ یہ کھیلا کہ یہ عیسائی مبلغین اپنے ساتھ بعض ٹرینڈ قسم کے لوگ لائے تھے جو ایک خاص انداز سے اپنے ہاتھ پاؤں کو توڑ مروڑ کر اور آنکھوں کو گھما پھرا کر ایک خاص زاویہ پر رکوا لیتے تھے۔ اور بالکل معذور نظر آتے تھے پھر بڑا پادری ان میں سے ایک کو سرعام بلا کر دم پڑھنا شروع کرتا اور کہتا کہ اب عیسیٰؑ اس کو شفا دے گا وہ دم پڑھتا جاتا اور یہ زر خرید مریض اپنے آپ کو آہستہ آہستہ معمول پر لانا شروع کرتا اور تھوڑی دیر کے بعد مکمل درست حالت میں آجاتا۔ جاہل لوگ دیکھتے کہ لنگڑا درست ہو گیا شل ہاتھ صحیح ہو گیا' اندھا دیکھنے لگا اور بہرا سننے لگا۔ پھر کیا تھا جاہل مسلمان اور دین سے بے بہرہ عوام اپنی عقیدت اور اخلاص ان پر نچھاور کر دیتے اور اپنے آپ کو دولت ایمان سے محروم کر کے تہی دامن واپس لوٹتے۔ جو مریض باہر سے آتے ان میں سے کسی ایک مریض کو سر دست صحت نہیں مل سکی ان سے کہا جاتا کہ جاؤ تم کو ایک مہینے میں' ساٹھ دن میں' نوے دن میں شفا ملے گی۔ بندہ کی کئی ایسے مریضوں سے ملاقات ہوئی یقین جانئے کسی ایک مریض کو ایک فیصد بھی شفا نہیں ملی۔ وہ ایک ڈرامہ تھا جو اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے رچایا گیا تھا۔ اگر ان عیسائی مبلغین کو واقعی شفا بخشی کا دعویٰ ہے تو میں اس مضمون کے ذریعہ پوری دنیا کے مسیحی مبلغین کو چیلنج کرتا ہوں کہ آئیں اور وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے زر خرید مریض نہیں بلکہ ہمارے پیش کردہ مریضوں کو علی الاعلان شفا بخش دیں اگر وہ اس طرح کر سکیں تو میں ان کا غلام بننے کے لئے تیار ہوں لیکن :

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة ۔ اعدت للكافرين (البقرة ۲۴)

" پس اگر تم اس طرح نہ کر سکو اور یقیناً تم ہرگز اس طرح نہیں کر سکو گے تو پھر ڈرو جہنم کی اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے اور وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے "

جہاں تک عیسیٰؑ کی شفا بخشی کا تعلق ہے تو یہ معجزہ ان کی حیات دینوی تک محدود تھا جب وہ دنیا سے اٹھائے گئے یا عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق پھانسی پر چڑھا دیئے گئے تو یہ معجزہ ختم ہو گیا لیکن عیسائیوں نے بعد میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا درجہ دیا انجیل میں ہے کہ

''وہ پھانسی پر چڑھنے کے بعد آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہ خدا کی داہنی طرف بیٹھ گئے ''(انجیل مرقس ۱۵: ۱۹)

گویا خدا کے ساتھ خدائی میں شریک ہو گئے (نعوذ باللہ) اگرچہ عیسیٰؑ کو خدا ماننے کا تصور بھی موجودہ عیسائیت کے مطابق بڑا ادلدوز اور خلاف عقل ہے۔ ذرا سوچئے جو کسی وقت میں موجود ہی نہیں تھے پھر وجود میں آنے سے پہلے جس ''خدا'' نے انسانی رحم مادر میں پرورش پائی پھر عام انسانوں کی طرح جنم کے جملہ مراحل سے گزرے 'باپ نہ ہونے کی وجہ سے یتیم جیسی زندگی گزاری' جس خدا نے ہمیشہ گدھے پر سفر کیا ہو' جس کے دنیا میں صرف بارہ شاگرد (صحابی) تھے جنھوں نے آخری سخت وقت میں آپ کا ساتھ چھوڑا یہاں تک کہ ان بارہ میں سے ایک (یہوداہ اسکریوتی) نے صرف تیس روپے کی لالچ میں آکر آپ کو پھانسی کے لئے یہود کے ہاتھ گرفتار کرایا' ان میں سے ایک قریبی دوست پطرس نے حضرت عیسیٰؑ کا آخری وقت میں تین بار انکار کیا اور باقی سب آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی انتہائی تذلیل کی گئی اور بالآخر انتہائی بے بسی' حسرت وافسوس اور ناامیدی کی حالت میں سولی پر چڑھا دیئے گئے (دیکھئے انجیل متی باب ۲۶ / انجیل لوقا باب ۲۲)

بھلا وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے اور جو اپنے آپ کو نہ بچا سکا وہ حیات جاوید پا کر کیسے پوری کائنات کے لئے نجات دہندہ بنا اور شفا بخشی کا فریضہ انجام دیتا رہا؟

یہاں پر ایک نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ کسی کو یہ اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ عیسائیوں کے پاس بغرض علاج جانے سے کیوں روکا جاتا ہے کیونکہ اسلام کے سینے میں اس قدر وسعت ہے کہ جسمانی علاج دواؤں وغیرہ کے ذریعہ کرانے کے لئے کسی بھی مذہب والوں کے پاس جایا جا سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ ایک عیسائی حکیم رسول اکرمؐ کے زمانے میں مدینہ میں آیا اور اس نے عرصہ تک مسلمانوں کے علاج کے لئے اپنی دوکان کھولی رکھی۔ اس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان روز روز یورپ وامریکہ بغرض علاج جاتے ہیں اور وہاں کے ہسپتالوں سے علاج کراتے ہیں یہاں بات عقیدے اور روحانی علاج کی ہے کہ جہاں عقیدہ بدلا جاتا ہو اور روحانی علاج اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب سے کیا جاتا ہو خاص کر عیسیٰؑ کو نجات دہندہ اور شفا بخشنے والا یا اس کے مذہب کے پیروکار موجودہ پادریوں کو شفا بخشنے والا مانا جاتا ہو اسلامی نقطہ نظر سے یہ ناجائز اور حرام ہے۔

اب آخر میں اس بحث کو چند ایک ضروری سوالات اور ان کے جوابات کے بعد سمیٹتا ہوں۔ پہلا سوال

یہ ہے کہ مملکت اسلامیہ پاکستان میں ایسے شفائیہ اجتماع منعقد ہونے پر حکومت پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے ؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں علمأ کرام کی کیا ذمہ داری ہے ؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ جو مسلمان اس اجتماع میں بغرض حصول شفأ گئے ہیں ان کا کیا حکم ہے ؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ پاکستان چونکہ اسلام کے نام پر بنا ہے اور اس میں غیر اسلامی سرگرمیوں پر قانوناً پابندی ہے لہذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں اس قسم کی سرگرمیوں کی ہرگز اجازت نہ دے یہ پروگرام اگرچہ چرچوں کے اندر ترتیب دیئے گئے تھے مگر اس کے لئے تمام مسلمانوں کو دعوت دی گئی تھی گو اسلامی ملک میں کفر کی طرف برملا دعوت دی گئی جو صریحاً قانون کی خلاف ورزی ہے لہذا حکومت کو اس کا سختی کے ساتھ نوٹس لے کر محاسبہ کرنا چاہیے اور ملوث افراد کو کسی سے ڈرے بغیر کڑی سزا دینی چاہیے تاکہ آئندہ اس ملک میں کوئی اسطرح کفر کی طرف برملا دعوت نہ دے سکے ہاں اگر وہ صرف اپنے اہل مذہب کے لئے چرچوں کے اندر اس طرح پروگرام ترتیب دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ان کا عقیدہ ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسے موقع پر علمأ کرام کی کیا ذمہ داری ہے ؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ دین اسلام کی حفاظت علمأ کرام کی ذمہ داری ہے۔ خصوصاً جب مسلمان کفر و شرک کی طرف جا رہے ہوں تو اس کفر و شرک کا منبع بند کرنا اور اس میں گرنے والے مسلمانوں کو ہاتھ سے پکڑ کر واپس کرنا انکی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ علماء کا اس وقت یہ فرض بنتا تھا کہ ان عیسائی مبلغین کو چیلنج کرتے' ان کے ساتھ مناظرہ کرتے' عوام الناس کو اس کے مفاسد سے آگاہ کرتے' ان کے فراڈ کو طشت از بام کرتے اور کسی مسلمان کو ان کے قریب نہ پھٹکنے دیتے۔ تمام علمأ متحد ہو کر حکومت سے اس کی بندش کا مطالبہ کرتے ڈیڈ لائن دیتے اور اگر حکومت تعاون کرتی نظر نہ آتی تو وہ کسی حد کو بھی پار کرنے کا حق رکھتے تھے کیونکہ کفر و شرک عظیم فتنہ ہے۔ والفتنه اشد من القتل۔ کفر و شرک کا فتنہ قتل و غارت سے زیادہ بدتر ہے۔ اس موقع پر اگر علمائے کرام ذرا ہمت سے کام لیتے تو آئندہ کے لئے باطل کو اس طرح کھلے عام اپنی طرف دعوت دینے کی قدرت نہ ہوتی۔

تیسرا سوال کہ اس اجتماع میں جو مسلمان بغرض علاج گئے ہیں ان میں سے بعض کے منہ سے شرکیہ اور کفریہ الفاظ کہلوائے گئے ہیں کہ یسوع مسیح خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے وہ شفأ بخشنے والا اور نجات دہندہ ہے۔ ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے ؟ اس کا جواب بھی اسلام کی رو سے بڑا واضح ہے۔

یہ تفصیل ابتدا میں گزر گئی ہے کہ دین اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے اس میں روحانی و جسمانی امراض سے شفایابی کے لئے اصول اور اوراد و ظائف ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدۃ، ۳)
"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا"

دوسری جگہ ارشاد ہے :

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ۔ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (ال عمران : ۸۵)
"جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کے پیچھے پڑے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

ایک اور جگہ ہے :

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین (الانعام : ۶۸)
"نصیحت یعنی قرآن آجانے کے بعد تم ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھا کرو۔ ظالم لوگ کافر اور مشرک ہیں کیونکہ شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے اور عیسائی بھی شرک کرنے کی وجہ سے ان میں داخل ہیں لہذا جب قرآن کریم جیسی مکمل اور مفید ترین کتاب موجود ہے تو ان جیسے لوگوں کے قریب بغرض شفایابی جانا حرام ہے ویسے بھی مسلمان کا عقیدہ ہے کہ شفا خدا کے ہاتھ میں ہے کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کی زبانی بیان کیا گیا ہے

واذا مرضت فھو یشفین (الشعراء، ۸۰)

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ذات خداوندی شفا دیتی ہے۔

اگر شفا پیغمبر کے ہاتھ میں ہوتی تو حضرت ابراہیمؑ جو ابوالانبیاء کہلاتے ہیں اپنی شفا بخشی کا اعلان کرتے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی اعلان شفا بخشی کے بعد باذن اللہ کے الفاظ کہے ہیں کہ یہ معجزہ میرا ذاتی فن اور کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے :

وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو (الانعام : ۱۷)
"اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف یا بیماری میں مبتلا کر دے تو اس کو صرف وہی خدا ہی دور کر سکتا ہے۔

لہذا شفائیہ اجتماع میں شرکت کرنے والوں کی دو قسم ہیں ایک وہ لوگ جو محض سیر کی نیت سے گئے ہیں یا دم وم کرایا مگر کوئی شرکیہ یا کفری کلمات منہ سے نکالے اور نہ ہی دل میں اس قسم کا کوئی غلط خیال پیدا ہوا۔ سو اس قسم کے لوگ گنہگار ضرور ہیں مگر کافر نہیں ان کو فوراً اپنے گناہ پر توبہ کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس قسم کے غلط ماحول میں نہ جانے کا عہد کرنا چاہیے مگر جن لوگوں نے وہاں جاکر شرکیہ اور کفریہ الفاظ منہ سے ادا کئے

ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو خدا' خدا کا بیٹا' نجات دہندہ' یا شفا بخشنے والا کہا ہے ایسے لوگوں نے کھلم کھلا شرک کیا ہے قرآن کریم میں ہے :

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم (المائدة : ۱۷)

"تحقیق وہ لوگ کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ ابن مریم ہی ہے۔"

لہذا یہ لوگ صراحۃً کافر ہو گئے ہیں ان کو فوراً کسی عالم باعمل کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہونا چاہیے اور اپنے گزشتہ غلط فعل پر نادم و پشیمان ہونا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس قسم کی گندی مجالس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ورنہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو ہمیشہ کا خسران و نقصان ان کا مقدر رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ علمأ کرام اور عام سمجھ دار مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو خبر دار کریں کہ وہ اس طرح کے کفریہ و شرکیہ اجتماعات میں شرکت سے پرہیز کریں تاکہ سب سے قیمتی متاع یعنی ایمان سے ہاتھ دھونے نہ پڑیں۔

آخر میں ایک ضروری انتباہ پر یہ مضمون ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام میں یہ خوبی رکھی ہے کہ جب وہ کسی کام کو ناجائز قرار دیتا ہے تو اس کا متبادل جائز اور حلال راستہ بھی بتاتا ہے چنانچہ بیماری' پریشانی اور ضرورت ہر انسان کو پیش آتی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ پرسکون اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریمؐ کی سنتوں پر عمل کرے' اپنا عقیدہ درست رکھے کہ تمام اچھے یا برے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اور ہر حال میں اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے نیز عبادات اور پاکیزہ اعمال اپنائے اور ساتھ دعا کو ذریعہ بنائے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مختلف مواقع کی جو دعائیں آئی ہیں ان کی پابندی کرے ان شاء اللہ بہت سی بیماریوں اور پریشانیوں سے نجات ہوگی بعض لوگ مشکل حالات میں غلط اور گمراہ پیروں اور عاملوں کا رخ کرتے ہیں جنہوں نے عملیات اور تعویذات کا دھندہ محض دولت بٹورنے کے لئے اختیار کر رکھا ہے اور بہت سے ناجائز کام بھی محض پیسوں کے عوض کر دیتے ہیں ایسے حالات میں کسی عالم باعمل کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو قرآن و سنت کی روشنی میں راہنمائی کرتا ہو اور کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہ لیتا ہو۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتبعاعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

﴿ اپیل دعائے صحت ﴾

دار العلوم حقانیہ کے کاتب ابو عثمان محمد لطیف کیلانی کے بھائی گزشتہ دنوں سڑک کے ایک حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں قارئین الحق سے دعائے صحت کی اپیل ہے .... (ادارہ)

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

امت مسلمہ کے مقاصد اور کردار

سورہ الصف کی آیت نمبر ۹ میں ارشاد ہے هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

سورہ فتح کی آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد ہے۔ هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا

قرآن حکیم کی ان آیات مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت صاف نظر آتی ہے کہ دین اسلام نے پھیلنا ہے اور عالمی سطح پر اللہ کا یہ پیغام پھیلنا ہے۔ لہذا امتِ مسلمہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اسکی ترویج اور اشاعت میں اپنا نمایاں کردار ادا کرے اور یہی امتِ مسلمہ کا بنیادی مقصد ہے۔ حضور اکرمؐ نے امتِ مسلمہ کے بارے میں فرمایا تھا

تری المومنین فی تراحمهم و توادهم وتعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکیٰ عضو منه تداعیٰ لهٗ سائر الجسد بالسهر والحمّٰی

اسلام ملت کے اتحاد کے لئے نسل وطن زبان ورنگ معاشی یا سیاسی اغراض کے اشتراک میں کسی چیز کو قومیت کی بنیاد تسلیم نہیں کرتا۔ اسلام وحدت انسانی کا تصور دیتا ہے کہ تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں، عربی کو عجمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت نہیں۔

دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک بلین سے زیادہ ہے، مسلم ممالک پوری دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی ہیں کل مسلم آبادی 2/3 حصہ آزاد اور خود مختار ریاستوں میں رہتا ہے۔ جبکہ 1/3 حصہ غیر مسلم ممالک یا نیم خود مختار ممالک میں رہائش رکھتا ہے۔ مسلمان جنگی اعتبار سے مضبوط ہونگے تو دنیا کی طاغوتی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

اعد والهم ما استطعتم من قوه ومن رباط الخیل۔ (سورہ انفال۔ ۶۰)

---

* پنجاب لوکل کونسلز الیکشن اتھارٹی۔ لاہور

بین الاقوامی سطح پر تبلیغ :-

اسلام کا بنیادی مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت عام کے مقصد کی تکمیل کیلئے ایک پوری امت کو اللہ تعالی نے اس لئے برپا کیا تا کہ ہر ملک ہر قوم اور ہر بدی میں یہ دعوت حق قیامت تک بلند ہوتی رہے۔ صحیح مسلم باب 53 میں حضور پاک کی حدیث ملاحظہ ہو۔

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا۔ جو کوئی انکو نقصان پہنچانا چاہے یا بگاڑنا چاہے تو وہ ایسا نہ کرپائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آن پہنچے اور وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔"

امین احسن اصلاحی اپنی کتاب دعوتِ دین اور اس کا طریقہ کار مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن صفحہ ۳۶ پر رقمطراز ہیں! شہادت علی الناس یا تبلیغ دین محض بطور ایک نیکی اور دیانتداری کے کام کے مطلوب نہیں ہے اور نہ محض مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کیلئے مطلوب ہے بلکہ آنحضرتؐ کی بعثت عام کا مقصد اسکے ہاتھوں پورا ہونا ہے۔

عالمی سطح پر قیام امن :

اسلام سلامتی اور سکون کا مذہب ہے۔ اسلام کا مقصد ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل ہے کیونکہ یہ مکمل ضابطہء حیات ہے۔

اتحاد بین المسلمین :

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم ائمہ میں اتحاد و یگانگت کو فروغ دیا جائے تاکہ ہم دنیا کی دیگر قوموں کے مقابلے میں کھڑے ہو کر اپنا کھویا ہوا مقام کر سکیں۔

اقتصادی میدان میں کردار :

آج عالم اسلام بہت سے وسائل کا مالک ہونے کے باوجود مغربی دنیا کا محتاج ہے عالم اسلام کے اتحاد کا خواب صرف اسی وقت پورا ہو گا جب اسلامی دنیا تجارت سے لیکر ثقافت تک ہر شعبے میں باہمی تعاون کا آغاز کرے۔

علوم میں ترقی :

فی زمانہ اشد ضرورت ہے کہ جدید علوم میں مہارت حاصل کی جائے اور علوم میں ترقی کی بدولت دنیا میں قدر و منزلت اور بہتر مقام حاصل کیا جائے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی میں پسماندگی :

مسلمان بین الاقوامی سطح پر سائنس اور ٹیکنالوجی میں دیگر اقوام سے بہت پیچھے ہیں سائنس اور

ٹیکنالوجی میں مسلم امہ کی پسماندگی کو دور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ بجٹ میں اسکے لیے زیادہ رقم رکھی جائے۔ Research کے ادارے قائم کئے جائیں اور ان اداروں میں اعلیٰ ذہنوں کو جمع کیا جائے۔

امت مسلمہ کا احیاء کیونکر ہو :

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلام کا قلب و جگر

امت مسلمہ کا احیا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ امت مسلمہ قرآنی تعلیمات کو اپنا مشعل راہ بنائے محبت رسول کی گرمی اپنے دلوں میں پیدا کرے ایمان محکم اور عمل صالح اپنے اندر جاگزیں کرلے سورۃ النور آیت ۵۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ '(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ انکو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔

بین الاقوامی سیاست اور مسلم لمۃ :

بوسنیا' چیچنیا' کشمیر' فلسطین اور افریقہ اور ایشیاء کے مسلمانوں کا خون ارزاں ہیں مسلم امہ پر یہ زوال صرف اتحاد کی کمی کی وجہ سے ہے انکے مشترکہ مفادات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرتے ہوئے مسلمان ممالک آپس میں بھائی چارے اور یگانگت کو فروغ دیں۔

تعلیم کے میدان میں انحطاط :

موجودہ دور میں مسلم امہ میں خاص کر پاکستان میں جو کہ مسلم امہ کا مرکز ہے تعلیم کی شرح بہت کم ہے اور تعلیم کا معیار بہت پست ہے مسئلہ یہ نہیں کہ ہمارے پاس تعلیمی شرح اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے کیلئے کوئی پالیسی یا طریقہ کار نہیں بلکہ اگر ہم اپنے نصاب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں تو صرف یہ ہی کافی ہے۔ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ طالبعلموں کو جدید علوم بھی پڑھائے جائیں۔

مسلم لمۃ کو درپیش مسائل اور انکا حل :

عصر حاضر میں مسلم امہ کا سامنا بیشمار مسائل سے رہا ہے۔ ان میں سیاسی، معاشی، معاشرتی، اور دیگر مسائل شامل ہیں وسائل کی کمی بڑھتی ہوئی آبادی میں غربت ناخواندگی معاشی مشکلات اتحاد کی کمی مذہب سے بیزاری وغیرہ کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی ضرورت ہے قرآن پاک اور اسکی تعلیمات سے دوری ان مسائل کی بنیاد ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مسلم امہ میں فکری انحطاط :

ڈاکٹر محمد طفیل اپنی کتاب (مسلمانوں کے سائنسی کارنامے) مطبوعہ اسامہ پبلیکیشنز اسلام آباد 1988 کے صفحہ 291 پر مشہور مؤرخین جان ڈریپر، سارٹن اور متری کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

"اسلام جب اپنی ترقی کی انتہا کو چھو رہا تھا اس زمانے میں یورپ ابھی تک قرون مظلمہ کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا آج وہی مسلمان ذلت اور اضمحلال کا شکار ہے۔

مسلم لمۃ کو خون جگر سے اپنے ممالک کی آبیاری کرنا ہوگی۔ جوہری توانائی خلائی علوم سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرنا ہوگی۔ معاشی ترقی اور اتحاد بین المسلمین کے بغیر کما حقہ' ترقی ممکن نہیں اس ضمن میں حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے لئے کافی رقوم مختص کی جائیں۔

۲۔ اہل علم و فکر کی صحیح سرپرستی ہو۔

۳۔ مسلم لمۃ اپنے تمام فکری سرمائے کو یکجا کر کے ایک پول بنائے اور سائنس کے ہر شعبے میں تحقیق کی جائے۔ مسلم لمۃ مالی لحاظ سے اس پول کی سرپرستی کرے۔

۴۔ مسلم لمۃ اپنے اختلافات ختم کر کے اور جاپان اور کوریا کی طرح معاشی و صنعتی میدان میں ترقی کرنے کا ارادہ کرے۔ ۵۔ مسلم لمۃ کو خود انحصاری کی ضرورت ہے۔

(بقیہ قرآن عثمانی) ان مسودات یا کم از کم ان میں سے کچھ کی دریافت علم و فن کے لئے خاص طور پر بہت مفید ہے اس کا جواز یہ ہے کہ مرکزی ایشیا کے تاجر' سفارت کار اور علماً جو مختلف حوالے سے یہاں آتے ہیں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ بخارا اور دوسرے شہروں میں موجود ان مسودات کی تقسیم و فروخت کے لئے ہمیں ان کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی جن کا ذکر اس فہرست میں موجود ہے"۔

6 اپریل 1870 کو زرفشاں ملٹری ڈسٹرکٹ کمانڈر نے ہدایات ملتے ہی ایسی سات قدیم اور کمیاب مشرقی کتب خرید کر اپنے مرکز بھجوائیں۔ 1871 میں شاہی پبلک لائبریری پیٹرزبرگ میں ایسے 97 نسخے موصول ہو چکے تھے یہ مسودات جو لائبریری کے لئے آمدن کا باعث ہیں شاہی محل اور مرکزی شہر شکر اسیب پر قبضے کے دوران ملے تھے نیز انہیں خریدا بھی گیا۔

"قرآن عثمانی" کی مزید داستان بھی خوش قسمتی اور دلچسپی سے خالی نہیں۔ اکتوبر 1917ء کے انقلاب کے بعد مسلم عوام نے روسی حکومت کو درخواست دی کہ انہیں ان کے تبرکات واپس کر دئے جائیں۔ اس کا مثبت جواب ملا اور یہ قرآن پاک "اوفا" لایا گیا بعد ازاں اسے تاشقند منتقل کیا گیا اور تاریخی عجائب گھر میں محفوظ کر دیا گیا۔ ابھی 1990ء کی بات ہے کہ یہ نسخہ تاشقند شہر میں "مسلم بورڈ آف سنٹرل ایشیا" کی لائبریری میں محفوظ ہے اس بورڈ کے چیرمین (محمد صادق مامایوسوپوو) نے اکتوبر 1991ء میں بتایا تھا کہ یہاں اسے ائیر کنڈیشنڈ ماحول میں ہوا بند شفاف صندوق میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

عالم اسلام مولانا حافظ محمد صدیق ارکانی *

ارکان کے دار الحکومت "اکیاب" میں خونِ مسلم کی ارزانی

ہلاکو خان (ایران کے گورنر) نے 1258ء میں اسلامی سلطنت کے دار السلطنت بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ مورخ ابن خلدونؒ کے مطابق اس قیامت صغریٰ' فتنہ تار تار میں سولہ لاکھ مسلمان شہید ہوئے چھ دن تک بغداد کی گلیاں خون میں ڈوبی رہیں اور اسلامی علوم و فنون کی کتابوں کو حوالہ دریا کئے جانے کی وجہ سے عرصہ دراز تک دریا کا پانی سیاہ رہا۔

البدایہ والنہایہ کے مصنف مورخ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں کہ زمین و آسمان نے فتنہ تار تار جیسا طوفان نہیں دیکھا ہوگا۔ آگے مزید رقمطراز ہیں میں ایک زمانہ تک سوچتا رہا کہ اس عظیم بلاء اور آندھی مصیبت کا تذکرہ اپنی کتاب میں کروں یا نہ کروں۔

بعینہٖ ایسا کھیل برما کے بدھسٹوں نے 1942ء کو ارکان کے مسلمانوں سے کھیلا تھا جس میں ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے تھے' پچاس ہزار فرزندانِ توحید مہلک مرض کے شکار ہو کر لقمہ اجل بنے تھے۔ اور پانچ لاکھ بے گھر ہوئے تھے (روزنامہ پاسبان ڈھاکہ ۱۴ مئی 1955۔ دائرہ المعارف الاسلامیہ ج ۴ ص ۲۵۲ پھر 1978ء کو برمی حکومت نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹادینے کے لئے ناکامن نامی آپریشن شروع کیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک لاکھ مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں' چار لاکھ نے بنگلہ دیش کی طرف ہجرت کی اور بے شمار افراد زخمی ہوئے۔

پھرتی ہے میری خاک کو صبا دربدر لئے
آئے چشم اشک بار یہ کیا تجھ کو ہو گیا

بالکل اسی طرح برما کے مگھ درندوں نے ارکان کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے اواخر جنوری 2001ء کو ارکان کے دار الحکومت "اکیاب" میں ایک خونی کھیل کی ابتدا کی جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مصدقہ اطلاع کے مطابق ۲۰ جنوری 2001ء کو اکیاب کے ایک سرکاری افیس میں اکیاب کے سرکردہ

* ایڈیٹر' خبر نامہ "الرباط" استاد جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی

مگھوں نے ایک خفیہ اجلاس کیا جس میں رنگون کے تین درندے اور منگڈو کے دو غنڈے بھی شریک ہوئے۔ اس خفیہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ایک بدبخت مگھ افسر نے کہا کہ اکیاب کے مسلمان دوبارہ سر اٹھا رہے ہیں ان کو معدوم کرنا وقت کا تقاضا ہے۔ سانپ کے بچہ کو بڑے ہونے سے قبل ہی کچل دینا چاہیے ورنہ دوبارہ پچھتانا پڑے گا۔

اس شیطان لعین نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہمیں مسلسل یہ اطلاع مل رہی ہے کہ ان دنوں دریائے ناف کے شمالی حصہ میں موجود ایک ڈیم کے سلسلے میں بنگلہ دیشی اور برمی فوجوں کے درمیان جو جھڑپیں ہوئیں اور گولیوں کا تبادلہ ہوا (جس کے نتیجے میں گیارہ برمی فوجی مارے گئے) اس سے مسلمان بہت خوش ہوئے بلکہ بعض سرکردہ مسلم نوجوانوں نے اندر اندر یہ کوشش بھی شروع کردی کہ برما اور بنگلہ دیش کے درمیان باقاعدہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھنے کی صورت میں مسلمان بنگلہ دیشی فوج کے ساتھ دیں گے۔ اور اشارہ ملتے ہی اکیاب کے بہادر جیالے اکیاب کے مگھوں پر حلہ بول دیں گے۔ اسی اطلاع کے پیش نظر ہمیں اکیاب میں تازہ دم فوج لانی پڑی۔ اور مذاکرات کے میز پر بنگلہ دیشی حکام کے سامنے خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمانوں کو سبق سکھادیا جائے۔

تقریر ختم ہوتے ہوئے رنگون سے آمدہ افسر 'منگ اے منگ' نے کہا کہ یہ وقت تقریر اور باتیں بنانے کا نہیں بلکہ خفیہ طور پر کچھ کر گزرنے کا ہے۔ اس اجلاس میں صرف حملوں کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے تاکہ جلد از جلد کاروائی شروع کی جاسکے' اس کے بعد ایک اور شیطان کھڑا ہوا اور بولا کہ باوثوق ذرائع سے ہمیں یہ اطلاع مل چکی ہے کہ ارکان کی علیحدگی پسند بعض مگھ جماعتوں اور کچھ مسلم لیڈروں کے درمیان گزشتہ ایک ماہ سے اتحاد واتفاق کے سلسلے میں مذاکرات کر رہے ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پروگرام کو مکمل طور پر خفیہ رکھا جائے۔

چنانچہ اس خفیہ میٹنگ میں مندرجہ ذیل ایجنڈے پاس ہوئے۔

۱۔ دس بندے اکیاب کی بڑی مارکیٹ میں جاکر مسلم دکانداروں سے سامان خریدیں گے جب پیسوں کا مطالبہ ہو تو لڑ پڑیں گے اور ان کی مدد و تعاون کے لئے پس پشت مسلح افراد چوکس تیار رہیں گے جنہیں اسلحے پہلے دے دئے جائیں گے۔

۲۔ اس واقعہ کو بہانہ بنا کر رات عشاء کے بعد اکیاب کی بڑی جامع مسجد (مقداری مسجد) کو توڑ پھوڑ کر کے موذن اور امام کو جان سے مار دیں گے اور ائرپورٹ سے ملحقہ مسلم بستیوں کو نذر آتش کردیں گے۔

۳۔ صبح تڑکے ذرائع ابلاغ کو یہ اعلان جاری کردیا جائے گا کہ "مسلمانوں نے کچھ مگھ راہبانوں کو رات میں

اغوا کر لیا ہے۔

حسب دستور دشمنان اسلام شیطان منصوبہ بندی میں مصروف ہیں اور مسلمان خواب غفلت میں پڑے ہوئے، حسب پروگرام سرکار نے راتوں رات مگھ نوجوانوں میں اسلحے تقسیم کئے اور انہیں خوب مسلح کیا۔ بالاخر ۲۷ جنوری 2001 کو ملک کے طول و عرض میں یہ بات مشہور کر دی گئی کہ مجاہدین نے کچھ مگھ علماً کو اغواء کر لیا اور ساز و سامان لوٹ لیا اس کے بعد دس غنڈے اکیاب کی مارکیٹ میں پہنچے اور مسلم دکانداروں سے سامان خریدا جب دکانداروں نے پیسوں کا مطالبہ کیا تو یہ لوگ لڑ پڑے، ابھی تلخ باتیں جاری تھیں کہ پچھلے موجود مسلح دستوں نے مسلم دکانداروں پر حملہ کر دیا جس کا مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اس مقابلہ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور چار مگھ جہنم واصل ہوئے۔

حسب پروگرام اس واقعہ کو بہانہ بنا کر مسلح مگھوں نے ۲۷ جنوری رات عشأ کے بعد جامع مسجد کو تشدد کا نشانہ بنایا اور موذن و امام کو خوب زد و کوب کیا جو بعد میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ناظر پڑا، محلہ پاڑہ، چکی پاڑہ اور ائرپورٹ کے ملحقہ علاقوں کو نذر آتش کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں چار ہزار سے زائد مکانات خاکستر ہو گئے۔

اب تک کی اطلاع کے مطابق پانچ بستیاں مکمل طور پر خاکستر ہو گئیں، چار ہزار؟ افراد شہید اور لاپتہ ہو گئے۔ پورے ضلع میں کرفیو لگا دیا گیا اور اکیاب کا رابطہ بیرون، ممالک سے کاٹ دیا گیا تاکہ ظلم و ستم کی اس داستان اور تڑپتی لاشوں پر کوئی مطلع نہ ہو سکے۔ اس قیامت صغریٰ کا تذکرہ ممنوع قرار دیا گیا اور اس کا ذکر کرنے والا قانوناً مجرم قرار پایا۔ حد تو یہ ہے کہ سرکاری اور نیم سرکاری ہسپتالوں میں طبی سہولیات کو بھی اجازت نہیں ہے یوں بے شمار زخم خوردہ افراد تڑپتے تڑپتے راہی ملک عدم ہو رہے ہیں اور جن حضرات کے مکانات نذر آتش ہو گئے وہ کھلے آسمان تلے جنگلوں اور دریا کے ساحلوں کے بسیرا اپنانے پر مجبور ہو گئے۔ اور ان کے جملہ املاک و جائداد پر مگھ لٹیرے قابض ہو گئے۔ خدا ایسا برا دن دشمن کے لئے بھی نہ لائے۔

لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لئے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لئے
وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لئے

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

جذباتِ سپاس

فدائے ملت امیر الہند جانشین شیخ الاسلام مولانا سید محمد اسعد مدنی

امیر جمعیت العلما ہند کی پاکستان آمد پر

مسند رشد وہدیٰ پر جلوہ آرا آپ ہیں — بہر جسم قوم و ملت چشم بینا آپ ہیں
جانشین حضرت مدنی امام المسلمین — بالیقین و بے گماں جانِ تمنا آپ ہیں
باعث صد خیر و برکت آپ کی آمد یہاں — اے امیر الہند زعیم چارہ فرما آپ ہیں
تیرے دم سے ضوفشاں ہے شمع بزم دین و قوم — پیکر صدق و صفا علم سراپا آپ ہیں
حامل شرع و طریق و علم و فن میں بے مثل — پھر سیاست اور تدبر میں بھی یکتا آپ ہیں
تیری ہیبت سے ہیں لرزاں کفر و استعمار سب — رہبروں کے رہنما قائد توانا آپ ہیں
قوت بازوئے ملت مرکز محبوبیت — بے سہارا بے کسوں کا اک سہارا آپ ہیں
کررہے ہیں اہل ایمان تیری عظمت کو سلام — ملتِ بیضا کی حرمت پر جوشیدا آپ ہیں
چار سو شہرہ ہے جس کی جرأت و ایثار کا — ہے فراست جس کی ظاہر واہ وہ دانا آپ ہیں
شیخ تفسیر و حدیث وماہر فقہ و کلام — قلزم عرفان و تقویٰ اللہ اللہ آپ ہیں
سرزمین ہند کو تو باعث صد افتخار — نازش وجہ شرف بہر زمانا آپ ہیں
واقفِ روح تصوف آشنائے رمزدیں — اور معار فہائے قرآنی کا دریا آپ ہیں
یادگار شیخ اسلام ورئیس اولیاء — عظمت اسلاف کا زندہ حوالا آپ ہیں
کیسی کیسی نسبتیں وابستہ تیری ذات سے — اس لئے فانی مری آنکھوں کا تارا آپ ہیں

شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

بین الاقوامی میڈیا کے نمائندوں کی دارالعلوم حسب سابق آمد

گزشتہ دنوں بھی غیر ملکیوں صحافیوں اور خصوصاً مغربی تحقیقاتی اور علمی اداروں کے افراد جوق در جوق دارالعلوم آتے رہے اور انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے عالم اسلام کے حالات، تحریک طالبان افغانستان، عظیم رہنما شیخ اسامہ بن لادن، مدارس اسلامیہ کے کردار اور پاکستانی سیاست کے بارے میں تفصیل سے انٹرویوز ریکارڈ کیے۔ جن میں سے چند اہم اخبارات اور اداروں کے نام یہ ہیں :

امریکہ کے مشہور اور سب سے بڑے نیٹ ورک CBS کے پروڈیوسر اور انکے رفقا شامل ہیں۔ آئرلینڈ کے نیشنل ٹیلی وژن کی چھ رکنی ٹیم، بیلجئم کے ایک بڑے اخبار کے بیورو چیف، نیویارک ٹائمز اور گارڈین کے نمائندے پنج میشرا، فرانس ٹیلی وژن چینل تھری کے نمائندے ہرویوڈی ناٹ، ریگس نسبادیا اور ڈومنک ویڈال۔ بی بی سی کے نمائندے رحیم اللہ یوسف زئی اور امریکن نیشنل انسٹیٹیوٹ کے دو ریسرچ اسکالرز۔ یورپ کے معروف ریڈیو چینل فری ریڈیو کے تین نمائندے۔ سویڈن کے ایک بڑے میگزین کے بیورو چیف۔ جاپان کے دوسرے بڑے اخبار (میانچی) کے نمائندے، نیوز ویک انٹرنیشنل کے نمائندے اور سی این این کے ایشیا کے ہیڈ محسن نقوی اپنے رفقا سمیت دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور ان تمام ٹیموں نے دارالعلوم کے طلبا اور اساتذہ سے ملاقاتیں کیں اور نہایت ہی متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ دارالعلوم حقانیہ ایک خالص تعلیمی ادارہ ہے اور یہاں کسی قسم کی بھی تخریب کاری یا عسکری ٹریننگ وغیرہ نہیں دی جاتی۔ ان کے علاوہ مختلف سفارت کار بھی حضرت مولانا مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

دیوبند کانفرنس کے ہزاروں شرکا کی دارالعلوم آمد

اکوڑہ خٹک کے قریب دیوبند کانفرنس کی اجتماع گاہ میں آئے ہوئے ہزاروں شرکا، علماً، مشائخ نے دارالعلوم حقانیہ کا اس موقع پر دورہ کیا۔ اور پورا ہفتہ دارالعلوم میں مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شب وروز جاری رہا اور دارالعلوم میں ایک میلے کا سماں چھایا رہا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے انکا خیر مقدم کیا ان ہزاروں علماً طلبا کی ضیافت کھانے اور چائے سے کی گئی۔ معزز مہمانوں میں ملک کے چوٹی کے علمائے کرام اور سیاستدان شریک تھے۔ یہاں پر ان تمام کے اسمائے گرامی درج کرنا مشکل ہے

دار العلوم حقانیہ کے مہتمم کی دار العلوم دیوبند کے علماً کے وفد سے ملاقات :

۱۰ اپریل جامعہ کے مہتمم اور جمعیت علمأ اسلام ' دفاع افغانستان کونسل کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ہندوستان سے آئے ہوئے مادر علمی دار العلوم دیوبند کے اکابر علمأ ' جمعیت علمائے ہند کے سربراہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ کے شیخ و مربی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے فرزند اکبرو جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ ' مہتمم اعلیٰ دار العلوم دیوبند شیخ الحدیث حضرت مولانا مرغوب الرحمان مدظلہ سے پشاور میں حاجی عبد الرحمان فقیر کی رہائش گاہ پر تفصیلی ملاقات کی اس موقع پر قائد جمعیت کے ہمراہ مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ ' مولانا میاں عصمت شاہ کاکا خیل ' مولانا حامد الحق حقانی ' حافظ راشد الحق ' مولانا سید یوسف شاہ بھی موجود تھے۔ ہندوستان سے آئے ہوئے معزز مہمانوں کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے دار العلوم حقانیہ آنے کی دعوت دی۔

دار العلوم دیوبند سے تشریف لائے ہوئے معزز شرکاء کے اسمائے گرامی :

حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ امیر جمعیت علمأ ہند ' حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند ' حضرت مولانا قاری محمد عثمان مدظلہ نائب مہتمم دار العلوم دیوبند ' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند ' حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی استاد حدیث دار العلوم دیوبند ' حضرت مولانا حبیب الرحمان قاسمی مدیر ماہنامہ "دار العلوم" حضرت مولانا قمر الدین صاحب استاد حدیث ' مولانا مفتی یوسف استاد دار العلوم دیوبند ' مولانا مفتی راشد صاحب استاد دار العلوم دیوبند ' حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب مفتی دار العلوم دیوبند ' صاحبزادہ حضرت مولانا انوار الرحمان ' حضرت مولانا شبیر احمد صاحب استاد حدیث و مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد ' حضرت مولانا عبد الرحیم استاد دار العلوم دیوبند۔ وفد کے ارکان نے تقاریر کے بعد حضرت مولانا عبد الحقؒ کے مزار پر فاتح خوانی کی اور بعد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی اقامت گاہ پر تشریف لائے۔ جہاں معزز مہمانوں کے اعزاز میں ضیافت دی گئی اور وفد کے ارکان نے دار العلوم حقانیہ کے جید علمأ کرام اور مشائخ سے اس موقع پر تبادلہ خیال بھی کیا۔

دار العلوم دیوبند کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں جامع مسجد میں مولانا حامد الحق حقانی کا خطاب :

جمعہ ۱۱ محرم الحرام 6 اپریل کو مہتمم صاحب کے بڑے فرزند جمعیت علمائے اسلام کے رہنما اور دار العلوم کے مدرس مولانا حامد الحق حقانی نے دار العلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں خطبہ ء جمعہ دیتے ہوئے طلبأ کو فلسفہ حریت و شہادت حضرت حسینؓ ' اتحاد بین المسلمین اور خصوصاً دیوبند کانفرنس کے موضوع پر بر صغیر میں انگریز کے خلاف بر سر پیکار ' حریت پسند اکابر علمائے حق اور مادر علمی دار العلوم دیوبند اور دار العلوم حقانیہ سے اٹھی ہوئی جہادی ' انقلابی تحریکات پر مفصل خطاب کیا۔

مولانا محمد ابراہیم فانی

تعارف و تبصرہ کتب

کتاب : عالم نظام سیاست و اقتصاد اور افغانستان کی طالبان تحریک

مولف : استاد خالد محمود ضخامت : ۶۰۶ صفحات

قیمت : ۱۸۰ روپے ناشر : گوشہ علم و تحقیق المدینہ گارڈن مشید روڈ نمبر ۲ کراچی

سابقہ سوویت نے جب افغانستان میں اپنی فوجیں داخل کر کے بزعم خویش اس کی آزادی سلب کرلی اور اپنی طاقت و فوجی قوت کے گھمنڈ میں آکر دنیا کو یہ جتانے کی کوشش کی کہ اب گویا ہمارا افغانستان پر مکمل تسلط ہوگیا ہے۔ لیکن اس کے تصور اور حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس اقدام کا انجام سوویت یونین کا صفحہ ہستی سے بے نشان ہونے پر منتج ہوگا اور آج دنیا کے سامنے وہ عظیم ملک سوویت یونین سابق روس کے نام پ سمٹ گیا ہے۔ ۸۰ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک کی ان دو دہائیوں میں افغانستان میں کیا کیا انقلابات آئے اس کے ذکر کا نہ یہاں موقع ہے اور نہ ان محدود صفحات میں اسکی گنجائش ہے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ افغانستان کے حالات اور وہاں پر پے در پے انقلابات نے دنیا کی توجہ اس چھوٹے سے ملک کی طرف مبذول کرائی اور اسی طرح تاریخ و تحقیق اور ادب وغیرہ علوم و فنون پر کام کرنے والے اہل قلم حضرات نے بھی اس ملک کے متعلق اپنی کاوشیں تحریری شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیں۔ رفتہ رفتہ جب طالبان تحریک نے افغانستان پر خلافت اسلامیہ اور نظام اسلام کے نفاذ کا اعلان کیا تو اس ملک کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی یوں تو اس خطہ کے متعلق کافی کتابیں مضامین و مقالات ضخیم اور غیر ضخیم شکل میں آئی ہیں لیکن ان میں اکثر کتابوں اور مضامین کا انداز جذباتیت تک محدود ہے مگر زیر تبصرہ کتاب میں مولف نے موجودہ عالمی نظام کے تناظر میں اور افغانستان میں تحریک طالبان کے حوالے سے جو تحقیق اور جستجو کی ہے میرے خیال میں افغانستان کے حالات کے متعلق اور اس کی تاریخ پر ایسا مستند کام بہت کم ہوگا۔

استاد مولانا خالد محمود صاحب کی یہ کتاب افغانستان کی تاریخ جدید' سیاسیات' اقتصادیات' مذاہب اور آئین کا تدریجی ارتقاء اور مختلف جدید اور اہم مسائل کا مرقع ہے۔ کتاب کی ابتدا میں مولانا عامر طاسین صاحب نے جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ انتہائی مختصر انداز میں کتاب کا ایک جامع خلاصہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں سب

سے اہم دورِ جدید کے بنیادی مسائل کے اعتبار سے ضروری وہ مباحث ہیں جن میں مولانا نے اقتصادی حب الوطنی اقتصادی خود کفالتی اور نظام معیشت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ کتاب میں زراعت' صنعت' مالیات' جدید سائنسی تعلیم اور مغربی اقوام کی صنعتی بالادستی اور ان سے نجات کا حقیقی اور واقعی حل جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ قابل تعریف ستائش ہے اس ضمن میں نیو ورلڈ آرڈر اور اس کا تاریخی پس منظر بھی چشم کشا ہے۔

کتاب کل نو ۹ ابواب پر مشتمل ہے جس میں ہر باب کے عنوان کے متعلق انتہائی معلومات افزاء مباحث ہیں۔ باب اول طالبان تحریک کا پس منظر پیش منظر ایک تاریخی جائزہ۔ باب دوئم سیاسی اعلانات اور اس کے حوصلہ افزاء نتائج۔ باب سوئم مغربی طاقتوں کا تیسری دنیا اور مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ باب چہارم اسلام کی بنیادی تعلیمات اور دور جدید کے تقاضے۔ باب پنجم اقتصاد کے مسائل۔ باب ششم اقتصاد کا اثر انتظامیہ' عدلیہ' دفاع اور قومی خود مختاری پر۔ باب ہفتم اقتصادی حب الوطنی کے تقاضے۔ باب ہشتم اقتصادی بحالی کے منصوبے۔ باب نہم اقتصادی خود کفالتی کی اساسیات۔

ابواب کے اس اجمالی تعارف سے کتاب کی افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولف نے کس عرق ریزی سے یہ حسین مرقع تیار کیا ہے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ زیر نظر کتاب مولف کی ابتدائی کاوش ہے جو کہ یقیناً تصنیفی اور قلمی دنیا میں آپ کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ تاریخ و تحقیق اور سیاسات عالم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک بہترین سوغات ہے اور بالخصوص تحریک طالبان افغانستان کو چاہیے کہ اس کتاب کو اپنے ہاں ترجمہ کرا کے نصاب تعلیم میں شامل کریں۔

کتاب : تفہیم الراوی فی شرح تقریب النووی مولف : مولانا فضل اللہ صاحب شامزئی

ضخامت : ۵۱۴ صفحات قیمت : درج نہیں ناشر : مکتبہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد

شیخ الاسلام ابوذکریا محی الدین ابن شرف نوویؒ عظیم محدث علم حدیث کے شارح اور کئی وقیع کتابوں کے مصنف ہیں۔ علمی حلقوں میں آپ کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے طلباء کی تفہیم اور تسہیل کی خاطر علم اصول حدیث میں التقریب و التیسر لمعرفة سنن البشیر والنذیر۔ حافظ ابن صلاح کی کتاب سے ملخص کیا ہے یہ علم اصول حدیث کی کتابوں میں جامع اور مہتم بالشان کتاب ہے لیکن اختصار اور مغلق عبارات کی وجہ سے اس کے معانی پوشیدہ ہیں۔ اگرچہ علامہ سیوطیؒ نے اس کی تسہیل اور حل مطالب کی بھرپور کوشش کی ہے مگر تطویل کی بوجہ سے اس کو وہ توجہ نہ دی گئی جس کی یہ کتاب مستحق ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کی آسان مختصر عام فہم اور جامع شرح آجائے۔ چنانچہ مولانا فضل اللہ صاحب شامزئی استاذ حدیث جامعہ فریدیہ

اسلام آباد نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے تفہیم الراوی فی شرح تقریب النوی کے نام سے ۵۱۴ صفحات پر مشتمل کتاب تالیف کر کے علمی دنیا اور بالخصوص طلبہ علوم حدیث نبویہ پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ ابتدا میں حضرت المخدوم مولانا مفتی نظام الدین صاحب شامزئی مدظلہ نے اس پر تقریظ' تحریر فرما کر اس کی ثقاہت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

کتاب: عبقریت خالدؓ تصنیف: استاد عباس محمود العقاد المصری ترجمہ: حافظ محمد عادل ولیجہ

ضخامت: ۲۰۸ صفحات قیمت: ۱۲۰ روپے

ناشر: آگہی پبلی کیشنز ۱۳ چیمبرلین روڈ چوک گوالمنڈی لاہور۔

سیف من سیوف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ تاریخ اسلام کا وہ روشن و تابناک باب ہے جس کے تذکرے کے بغیر اسلام کا دورِ زرین نامکمل تصور کیا جائے گا۔ آپ کا شمار ان مشہور جرنیلوں میں ہوتا ہے جن کی دہشت کفار کے قلوب اور مشرکین و اعدا اسلام کے دلوں میں جاگزیں ہو چکی تھی اور آپ کو لسان نبوت سے سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا گیا تھا اور وہ یہ عظیم اعزاز اور نشانِ امتیاز ہے جس کے سامنے دنیا و جہاں کے تمام اعزازات ذرہ بے مقدار کی حیثیت سے بھی کم ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ نے لسانِ نبوت کی تلقیب کی لاج رکھتا ہوئے آپ کو کسی کے ہاتھوں شہید نہ ہونے دیا۔ زیر تبصرہ کتاب حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے ان اشعار:

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکروں سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

کے مصداق اس مرد غازی اور پراسرار بندے کی داستان حیات ہے جس میں آپکی زندگی کے لحہ لحہ ایک ایک معرکہ اور ایک ایک جنگ کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں قبائل عرب کی جنگوں کے انداز اور طرز پر مکمل بحث ہے۔

یہ کتاب مصر کے مشہور اور صاحب طرز ادیب استاد عباس محمود العقاد کی تصنیف ہے اور اس میں آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو وہ خراج تحسین پیش کیا ہے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اصل کتاب عربی میں ہے لیکن آگہی پبلیکیشنز نے اس کے ترجمہ کا اہتمام اس انداز میں کیا ہے کہ اصل کتاب کا جوہر بھی ترجمہ میں منتقل کیا ہے اور ساتھ ساتھ لطافتِ بیان بھی اپنی جگہ پر قائم ہے جس سے کتاب پر ترجمہ کا گمان نہیں ہوتا۔ معنوی خوبیوں کے ساتھ کتاب ظاہری تزئین و آرائش سے بھی مزین ہے۔

کتاب : خواجہ محمد خان اسد احوال و آثار مرتب : راشد علی زئی

ضخامت : ۳۲۰ صفحات قیمت : ۱۸۰ روپے ناشر : میرا کتب خانہ حضرو اٹک۔

علاقہ چھچھ ضلع اٹک پاکستان کے خطہ پنجاب کی وہ مردم خیز سرزمین ہے جس نے ہر دور میں ایسے ایسے نوابغ روزگار ہستیاں پیدا کیں جن کی عظمتون کے سامنے بلند وبالا پہاڑ بھی سرنگوں ہو جاتے ہیں ان سرآمد روزگار افراد میں علاقہ چھچھ کے صدر مقام اور مرکزی شہر حضرو کے جناب خواجہ محمد خان صاحب اسد بھی ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے خاندانی نجابت کے ساتھ ساتھ علم و فن اور مطالعہ وکتب بینی کا اعلیٰ اور نفیس ذوق عطا فرمایا تھا۔ آپ نہ صرف خود عالم و فاضل اور قادر الکلام شاعر تھے بلکہ علماً و فضلاء شعراً ادباً اور علم و فن کے میدان میں تحقیق کرنے والوں کے بے حد مداح۔ یہی وجہ ہے کہ بر صغیر کی تقریباً تمام علمی شخصیات کے ساتھ آپ کے روابط تھے۔ اپنے مطالعاتی ذوق کی تسکین کے لئے آپ نے "میرا کتب خانہ" کے نام ایک عظیم لائبریری بھی بنائی جس میں نادر و نایاب کتابیں اور مشاہیر کے خطوط رکھے تھے اور آپ کی زندگی کا اکثر حصہ اسی لائبریری میں مختلف کتابوں کی ورق گردانی میں گزرا۔ آپ کے قلم سے کئی شاہکار مضامین اور تحقیقی و تاریخی مقالات نکلے اور اسی طرح آپ کی اردو شاعری پر اساتذہ فن کا گمان ہوتا ہے ارو بعض بلکہ اکثر ایسے پختہ اشعار ہیں جس پر بے اختیار زبان سے صدائے آفرین بلند ہوتی ہے آپ کے اشعار پر تصوف کا رنگ غالب ہے اور عشق رسولؐ سے سرشار ابیات واشعار دل و دماغ پر ایک وجدانی کیفیت طاری کرتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب آپکے اہل قلم فرزند جناب راشد علی زئی نے ترتیب دی ہے چونکہ موصوف خود کتاب و قلم کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کتاب کی ترتیب سے آپ کی یہ اعلیٰ ذوقی نمایاں ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بظاہر ایک شخصیت کا تذکرہ ہے لیکن در حقیقت بہت سی عظیم ہستیاں اس کتاب کے مطالعہ سے متعارف ہو جاتی ہیں۔ اس میں بعض اہل قلم اور اہل علم حضرات کے نادر و نایاب خطوط بھی ہیں اور اسد صاحب کے متعلق مختلف مقالات و مضامین اور تاثرات نظم اور نثر کی شکل میں ہیں جس سے صاحب سوانح کی شخصیت کے مختلف انداز سامنے آجاتے ہیں اور جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مرحوم ایک عظیم انسان اور بہت بڑی علمی شخصیت تھے۔ سیر و سوانح، تاریخ و تحقیق اور شعر وادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب بہترین رفیق اور اپنی لائبریری کی زینت بنانے کے لائق کتاب ہے اللہ تعالیٰ مرتب راشد علی زئی کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے عظیم والد کے عظیم کارناموں کو اجاگر کیا جس سے ایک عالم مستفید ہوگا۔ اور یہ بات بلا خوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو ادب میں یہ کتاب خواجہ محمد خان اسد ایک معتدبہ اضافہ ہے۔

ماہنامہ الحق کی قریبی خصوصی اشاعت

"اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام"

ان دنوں تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ جس میں بیسویں صدی کی عالمی اسلامی تحریکات کا خلاصہ کامیابیوں کا جائزہ اور ناکامیوں کی داستانِ درد بھی موجود ہو گی اور ساتھ ہی اکیسویں صدی میں امریکی نیو ورلڈ آرڈر، صیہونیت اور عیسائیت کی مکروہ سازشوں کا مقابلہ کرنے کیلئے فکری مواد بھی موجود ہو گا۔ ان شاء اللہ یہ نمبر عالم اسلام کیلئے ایک ٹھوس لائحہ عمل پر مبنی چشم کشا دستاویز تصور کیا جائے گا اور علمی و ادبی اور تاریخی موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں کیلئے یہ نمبر خصوصی اہمیت کا حامل ہو گا۔

جن اہم حضرات کے مقالات ابھی تک وعدے کے مطابق موصول نہیں ہوئے ان سے آخری بار گذارش ہے کہ وہ اپنی گرانقدر نگارشات جلد از جلد ماہنامہ الحق کے نام ارسال کر دیں۔

نوٹ: جو ادارے اپنے اشتہارات اس نمبر میں شائع کروانا چاہتے ہیں تو وہ ابھی سے ادارہ سے رجوع فرمائیں۔

دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ، سرحد

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

صاف اور صحّت بخش خون ہی
انسان کی اچھی صحّت کا ضامن ہوتا ہے۔

خُون میں فاسد مادّوں کی پیدائش سے پھوڑے پُھنسیاں،
خارش، دانے اور مُہاسے وغیرہ جسم پر نمودار ہونے لگتے ہیں۔

ہمدرد کی صافی خُون کو صاف اور صحّت مند رکھتی ہے۔

صافی کا باقاعدہ استعمال جلدی بیماریوں
سے محفوظ رہنے اور خون کی صفائی کا مفید ذریعہ ہے

جڑی بوٹیوں سے
تیار شدہ
صافی

خون صاف
چہرہ شاداب

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-HSF/99